UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188861
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY 9755

Call No. Accession No.

Author 9755

Title 915.32

This book should be returned on or before the date last marked below.

ہر اک کی ایک ہی گفتار ہو نہیں سکتی
تجلیات میں تکرار ہو نہیں سکتی

حج امجد

مُصَنّفہٗ

مولوی سیّد احمد حسین صاحب امجدؔ

مطبوعہ عماد پریس موقوعہ چھتہ بازار

بار اوّل ۵۰۰ جلد

قیمت عـه ۲؍

فہرست مضامین حج امجد

سلسلہ	مضمون	صفحہ
۱	مقدمہ	۱
۲	وجہ تحریک سفر	۳
۳	سفر	۷
۴	حاجی صاحب کی پہلی بھیک	۱۵
۵	ورود مکہ (تاریخ مسجد الحرام)	۲۱
۶	نقشہ مکہ معظمہ	۲۱
۷	دیوانہ را ہوئے بس است	۳۰
۸	وفور زمزم	۳۲
۹	مدینہ طیبہ کو روانگی	۳۳
۱۰	تاریخ مسجد نبوی	۳۴
۱۱	نقشہ گنبد نبویؐ	۳۸
۱۲	دربار رسالت	۳۹
۱۳	زیارات سیدنا حمزہ و شہدائے احدؓ	۵۲
۱۴	مسجد قبا۔	۵۵
۱۵	جنۃ البقیع	۵۸
۱۶	مدینہ منورہ میں ہماری زندگی	۶۱
۱۷	نیک بندے	۶۳
۱۸	شہر مدینہ	۶۵
۱۹	صحرائے مدینہ	۶۸
۲۰	سائلان مدینہ	۷۲
۲۱	منارہ سیدنا بلالؓ	۷۵
۲۲	خاک طیبہ	۷۸
۲۳	نماز تہجد مسجد نبوی میں	۸۰
۲۴	روضہ پاک کی روشنی	۸۲
۲۵	باادب عاشق	۸۳
۲۶	مسجد نبوی میں ایک بخاری کی نماز	۸۵
۲۷	ایک گنبد والا۔	۸۶
۲۸	مدینۃ النبی اور ظل اللہ دکن	۸۸
۲۹	مسجد نبوی میں چاندنی رات	۸۹
۳۰	محمد بگوئیم و مستی کنیم	۹۳
۳۱	سگان طیبہ	۹۴
۳۲	فراق کی گھڑی	۹۷

سلسلہ	مضمون	صفحہ
۶۲	رخ کعبہ کیجانب ہے دل سوئے محمد ہے	۱۰۴
۶۳	مکہ معظمہ کا رمضان	۱۰۷
۶۴	عید رمضان	۱۰۹
۶۵	طواف کعبہ	۱۱۲
۶۶	شب قدر اور داخلی کعبہ	۱۱۴
۶۷	طائرانِ حرم	۱۱۶
۶۸	یوم الہرب و دہم الحرب	۱۱۸
۶۹	صلوٰۃ موجب نجات	۱۲۵
۷۰	جبل ثور	۱۲۷
۷۱	میزاب رحمت	۱۳۲
۷۲	حج	۱۳۴
۷۳	فضائل حج کیفیت حج ادعیہ	۱۳۴
۷۴	جلسہ قرأت	۱۵۵
۷۵	واپسی	۱۵۹
۷۶	ہائے جدہ	۱۶۵
۷۷	عربستان سے انگلستان میں	۱۶۹
۷۸	ہماری ذلت اور عزت	۱۷۵
۷۹	حسن سلوک	۱۷۷
۸۰	خوفناک جنگل	۱۷۹
۸۱	مسبب الاسباب	۱۸۰
۸۲	ساحل بمبئی	۱۸۳

ہر اک کی ایک ہی گفتار ہو نہیں سکتی
تجلیات میں تکرار ہو نہیں سکتی

حج امجد

مصنفہ

مولوی سید احمد حسین صاحب امجد

مطبوعہ

عماد پریس موقوعہ چھتہ بازار حیدرآباد دکن

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَار

اس دشت میں سینکڑوں کے جی چھوٹ گئے
پتھر بھی حباب کی طرح پھوٹ گئے
اس دام کا ایک عقدہ بھی کھل نہ سکا
بیجا کوشش میں بال پر ٹوٹ گئے

دوست پوچھتے ہیں حرمین شریفین سے ہمارے لئے کیا لائے ہو؟

ہم کہتے ہیں "یہی جو سب لاتے ہیں" تسبیح، کھجور، زمزم، مسواک، سُرمہ،

وہ کہتے ہیں نہیں صاحب یہ نہیں یہ چیزیں تو ہم کو ہر حاجی سے مل سکتی ہیں وہ چیزیں عنایت کیجئے جنکے ہم آپ سے متوقع تھے اور ہیں ۔ یعنی

یعنی حرمین شریفین کے مشاہدات فیضانِ الٰھی کے کیفیات،

کوئی صاحبدل حالتِ استغراق میں تھے ختم استغراق کے بعد اُن کے کسی دوست نے پوچھا

بھائی صاحب اس سیر باطن سے ہمارے لئے کیا لائے ہو؟

اُنھوں نے کہا چاہتا تو بہت تھا کہ اس عالم روحانیت سے اپنے دوستوں کیلئے بھی کچھ لیتا جاؤں، مگر جب مقامِ قرب تک رسائی ہوئی، بیہوشی نے دامن پکڑ لیا خود فراموشی نے آئینہ دکھایا،

آنکھ محوِ دید تھی اتنا تو مجھ کو ہوش ہے

لیکن پھر کیا ہوا؟ کیونکر ہوا؟ کیا دیکھا، کیا سنا؟

صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۝

دیباچہ

ہے شاہد حسن ہر جگہ پردے میں
ملتی ہی نہیں کسی کو رہ پردے میں
اُس کا ہر ایک راز، کعبے کی طرح
پردے میں ہے، اور وہ بھی سیہ پردے میں

اب جو کچھ آپ کے سامنے ہے، اصلی کیفیات کی ناقص ترین نقل ہے۔ جس میں یقین کی شک سے، روحانیت کی جسمانیت سے تعبیر کیگئی ہے۔ جو محض دوستوں اور مخلصوں کی زبردستی کا اثر ہے، جس میں ہمارے منشا کو دخل نہیں اگر ہے بھی تو بہت کم۔

ایسی جبری تصنیف سے پڑھنے والے کو جو لذت ملسکتی ہے ظاہر ہے۔

یقین کیجئے جو کچھ لکھا گیا ہے۔ لکھوایا گیا ہے۔

کس بلندی سے اُترتے ہیں یہ جذبات بلند
کس کی تحریک سے اُڑتی ہے زبان پر بندم
ہو نہ ہو اپنا یقینی ہی کسی سے پیوند
در برآئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

سید احمد حسین امجد
صابر منزل حیدرآباد دکن

۲۲ ربیع الاول
سنہ ۱۳۴۷ ہجری

بسم اللہ ثقتی باللہ وتوکلی علی اللہ

وجہ تحریک سفر

ماہ شوال ۱۳۴۸ھ کی رات بھی ہمارے لئے ایک یادگار رات تھی جب کہ حیدرآباد اسٹیشن پر حج کو جانیوالا قافلہ بمبئی روانہ ہو رہا تھا، پلیٹ فارم جانیوالے حاجیوں، اور پہونچانے والے دوستوں سے کھچاکھچ بھرا ہوا تھا، ہر مسلمان، ہر عازم حج سے بغلگیر ہو ہو کر اپنے ایمانی جذبات کا ثبوت دے رہا تھا اسوقت ہم بھی مولوی عبدالقیوم صاحب وکیل مرحوم کے ہمراہ وہاں موجود تھے - ہر جانیوالے کے منہ کو حسرت سے دیکھتے اور یہہ قطعہ پڑھتے تھے:

جاتے ہو منہ موڑ کر باطل سے تم دامن حق اب تمھارے ہاتھ ہے
جاؤ اطمینان سے اے حاجیو! کعبے والا بھی تمھارے ساتھ ہے

پڑھتے پڑھتے چوتھے مصرعہ نے دل میں وہ گدگدی پیدا کر دی کہ بے اختیار جی چاہتا تھا کہ ہم بھی اِن جانے والوں کے ساتھ ہو جائیں، کعبے والا جن کے ساتھ ہے -

آٹھ بجے بر بندید محملہا کے مفہوم میں ریل نے سیٹی دی - جانے والے جھٹ پٹ ریل میں سوار ہو گئے ریل چلتی ہوئی اور ہم بھی اپنے تڑپتے ہوئے دل کو تھپکتے، انہیں جانیوالوں کے خیال اور حرمین پاک کے

---

[1] یہہ قطعہ علیحدہ چھپکر تقسیم ہوا ہے -

تصور میں ڈوبے ہوئے، اپنے گھر پلٹے، راستہ میں چلتے چلتے چار مصرعہ اور ملگئے

ہر منزلِ حجاز ہے اک منزلِ سلوک   ہر شب مبارک اور ہر اک دن سعید ہے
حاجی چلا ہے راہ خدا و رسول میں   کعبے میں عید ہی تو مدینے میں دید ہے

ان مصرعوں نے تو خدا کی قسم دل میں آگ ہی لگا دی، ہر مصرعہ کو بار بار پڑھتے، حجاز پاک کے سفر کا منصوبہ کرتے ہوئے گھر پہنچے۔ تقریباً رات کا بہت حصہ اسی دُھن اور اسی اُدھیڑ بن میں گذر گیا، رفتہ رفتہ چند روز کے بعد آئندہ سال کیلئے ارادے نے تصمیم کی صورت پیدا کر لی، مدتوں کا سیماب نما تخیل قیام پذیر ہو گیا۔ زادِ راہ کیلئے عالمِ تنہائی میں بیٹھے ہوئے گھنٹوں حساب لگایا کرتے، ۹۶ تنخواہ چھ مہینے کے ۵۷۶ حالی اسکے کلدار تقریباً ۵۰۰ ہوں گے۔

دو آدمی کیلئے ۵۰۰ میں کیا ہو سکتا ہے۔

اچھا تو پھر؟ پھر کیا؟ کتابیں بیچیں، کپڑے بیچیں، برتن بیچیں، ہیکل بیچیں، اگر ذاتی گھر ہوتا تو اُس کا بھی بیعنامہ لکھ دیتے۔

نفس کہتا، مہربان کہاں جاتے ہو؟ سب نے جا کر کیا کر لیا۔ اب تم جا کر کیا کرو گے؟

شیخ جی اس نمائشی حج سے   نام اسلام کیوں تباہ کرو
اپنے اعمال کی سیاہی سے   سنگ اسود کو کیوں سیاہ کرو

کیا شیخ سعدی کا وہ مشہور قطعہ یاد نہیں۔

خرِ عیسیٰ اگر بمکہ رود   چوں بیاید ہنوز خر باشد

---

۱ یہ قطعہ علیحدہ چھپ کر تقسیم ہوا ہے ۲ مشہور ہے کہ گنہگاروں کی تقبیل سے حجر اسود سیاہ ہو گیا ہے

سگ بدریائے ہفتگانہ بشو — چوں کہ ترشد پلید تر باشد

اورسنو! تم پر حج فرض ہی کب ہے، حج کیلئے تو استطاعت (رقم) کی ضرورت ہے (۵۰۰) میں دو آدمی کا حج محال ہے، یا عام ہندیوں اور سندیوں کی طرح وہاں پہنچکر بھیک مانگنے کا قصد کرلیا ہے؟ میری رائے تو یہہ ہے کہ آپ ارادے کو منسوخ، عزم کو فسخ کیجئے زندہ ہیں تو پھر کبھی دیکھا جائیگا۔ کہیں ایسا نہو کہ آپ ادھر حرم میں قدم رکھیں اور کوئی گردن پکڑ کر یہہ کہتا ہوا باہر نکالدے:۔

"تو برونِ درچہ کردی کہ درونِ خانہ آئی"

تھوڑی دیر تو نفس کی مدلل شنوا بیانی نے ہم پر سچ مچ سحر ہی کر دیا۔ کہ مضبوط ارادے کی جڑیں جگہ سے ہل گئیں، یکایک کسی غیبی اُستاد نے دستگیری کی اور ہم نے نفس سے کہا، ہم کو رقم کی بھی ضرورت نہیں حج بیت اللہ کے لئے رَبُّ البَیْت نے کسی اور ہی زادراہ کا حکم دیا ہے:۔

تَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی

سفرحج کے لئے اسی زادراہ کی ضرورت ہے اور یہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اللہ بس باقی ہوس، انشاء اللہ اسی زادراہ سے عرب کی ہر دشوار گزار منزل آسانی سے طے کرکے منزل مطلوب اور مقام مقصود تک پہنچ جائیں گے۔

نفس نے کہا کیا سچ مچ حج کا ارادہ ہے؟ کیا خوب،

جب دور گزر گیا خودی کا — اب خوف خدا کا آرہا ہے

ہم نے دامن جھٹک کر کہا۔

اے بت بس راستہ سے ہٹ جا امجد کعبے کو جا رہا ہے

پھر کمبخت پوچھتا ہے، کیا حج کے ضمن میں زیارت کا بھی ارادہ ہے؟

ہمنے کہا کیوں نہیں غریبوں کا اصلی مقصود تو یہی ہے تو خود کہتا ہے کہ حج تو مستطیعین پر فرض ہے، اچھا تو وہاں کیلئے کیا تحفہ لیجلیے ہو؟ وہی گناہوں کا انبار۔ سیاہ کاری کی پوٹ، استغفراللہ العظیم بیشک گنہگار ہیں۔ سیاہ کار ہیں، خالی ہاتھ، رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین کے دربار میں جا رہے ہیں، تاہم نذر حضور کیلئے، ہم سے بے سروسامان کے واسطے ارحم الراحمین نے کچھ سامان بھی فراہم کر دیا ہے۔

(حیرت سے) وہ کیا؟

وہ یہ کہ:-

مضطرب ہوں روضۂ اقدس پہ جانے کیلئے
دل کے ٹکڑے ڈھونڈھ لایا ہوں چڑھانے کیلئے

وہ مارا، اب تو نفس کو ضیق النفس ہو گیا۔ ضلالت کی ترکی تمام ہو گئی، اپنا سا منہ لئے خاموش ہو گیا۔

حج امجد

سفر

اسباب سفر تیار ہوگیا، ہمارا دوست نفس، خون کی طرح رگوں میں دوڑنے والا خون کے گھونٹ پی پی کر نظر یاس سے دیکھ رہا ہے۔

حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ

---

[۱] ہم نے حسب ذیل سامان اپنے ساتھ رکھا تھا:۔ قمیص خاکی۔ تہمد رنگین، صابون، دیا سلائی، کفن چمڑے کا صندوق مغز بادام، رسی، تسلی، سوا، سوئی تاگا۔ چاقو قینچی۔ استرہ، آئینہ کاغذ، پنسل، قندیل، سفوف زنجبیل، سفوف مرچ سیاہ، لال مرچ پسی ہوئی، مٹی (بوقت ضرورت تیمم کیلئے) عطر، لوبان، کافور کی گولیاں، (یہہ جہاز میں دافع بدبو ہیں) گھڑی امرت دھارا، اگالدان چوڑے منہ کا، سفری ولایتی پلنگ، عینک رنگین، پنکھی، مومی بتی، برقی جیبی لیمپ (یہہ اندھیرے وغیرہ میں بہت کام آتا ہے اور بمبئی میں سستا ملتا ہے!) چٹائی، ستو، آہنی چولھا (بمبئی سے لیا گیا) ٹین کا کنستر، چھتری، مرمرے، چینے چھوٹا ہاون دستہ =

ہمارے تجربے موسم حج سے دو تین مہینے پہلے نکلنے میں ہر قسم کی سہولت ہوتی ہے۔ بمبئی میں خاص طور پر رقم کی حفاظت کرنی پڑتی ہے بمبئی میں کرایہ کی موٹر میں کسی اجنبی شخص کو بٹھنا مناسب نہیں وکٹوریہ گاڑی سب سے اچھی سواری ہے، سفر میں ایک ہمخیال ساتھی ہو تو بہت اچھا ہے، بمبئی میں ٹھہرنے کیلئے حاجی کے واسطے مسافرخانہ صابو صدیق (قریب کرافٹ مارکٹ) سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے، بمبئی میں پہنچتے ہی جہاز کے ٹکٹ اور ضرورت کے موافق روپیہ نکالکر باقی روپیہ فوراً جمع کر دینا چاہیئے، عبدالقادر عبداللہ بھائی محلہ ناگ دیوی اسٹریٹ کے توسط سے اچھا انتظام ہوتا ہے، ٹکٹ لیکر یورک اسٹڈ سے سینکڈ بنا مفید ہوتا ہے۔

ایک مچھردان بھی ساتھ ہو تو اچھا ہے مکہ میں مچھر دان بغیر سونا مشکل ہوتا ہے، مچھر دان وہاں بھی ملتے ہیں مگر ململ کے ہوتے ہیں۔ جس میں ہوا نہیں آتی۔ جالی کے مچھر دان میں ہوا کا بھی آرام ملتا ہے۔ سفری پلنگ بھی لینا مناسب ہے یہہ بھی ہر جگہ کام آتا ہے۔ یہ پلنگ بمبئی میں ۱۰؎ روپیہ کو ملتا ہے، چمڑے کی چھاگل بھی بہت کام آتی ہے اور یہہ مشک سے زیادہ کارآمد ثابت ہوئی ہے (اور حیدرآباد دکن کے علاقہ میں ملتی ہے) زیادہ سامان سے ہر جگہ تکلیف ہوتی ہے۔ روپیہ پاس رہے، ضرورت کی چیز ہر جگہ دستیاب ہوسکتی ہے، لذت سے قطع نظر کھانا صرف پیٹ بھرنے کیلئے ہر جگہ حتیٰ کہ جہاز میں بھی مل سکتا ہے۔

بعض جہازوں میں ہوٹل ہوتے ہیں۔ جہاں ہوٹل نہیں ہوتے وہاں اس کے ملازمین سربراہی کرسکتے ہیں کسی سے خاص تعلق نہ جوڑنا چاہیئے نہ کسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ نہایت سپید کپڑوں کا ایک جوڑا بھی ساتھ رکھ لیا جائے تو کامران کے حمام میں بھپارے سے نکلے ہوئے گیلے کپڑے نہ پہننے پڑیں گے۔

کامران کے حمام میں اگرچہ اب روپیہ رکھنے کیلئے اسٹانڈ بنا دئے گئے ہیں، مگر روپیہ ہاتھ ہی میں رکھنا مناسب ہے۔ ہم نے چمڑے کے کیس میں روپیہ اور نوٹ بھر لئے تھے۔ فوارے کے پانی سے تمام کیس بھیگ گیا تھا مگر کیس کا چمڑا ایسا عمدہ تھا کہ نوٹوں تک پانی کا اثر نہ پہنچ سکا۔ بمبئی سے چاندی کی دوانیاں چوانیاں فی کس ۱۰؎ یا ۱۵؎ روپیہ کی ضرور لینا چاہیئے۔ ہر چیز بمبئی سے خریدنا مناسب ہے *

کی مبارک صبح نے رات کی ظلمت کا نقاب اٹھا کر اپنا نورانی چہرہ دکھایا۔
پروفیسر نظام الدین موٹر اور مولوی صابر حسینی گھی لئے ہوئے پہنچ گئے۔ ہم بھی توکلنا علی اللہ کہتے ہوئے موٹر میں سوار ہو کر اسٹیشن روانہ ہوئے۔ بہت سے محبت والے پھولوں کے ہار اور گلدستے لئے اسٹیشن پر موجود تھے تھوڑا سا وقت مصافحہ اور معانقہ میں بہت جلد ختم ہو گیا، آخر ریل نے سیٹی دی، اور ہم صحابُلاثہ

(۱) امجد (۲) اہلیہ امجد جمال سلمہ۔

(۳) حافظ سید حسن حسینی ابن مولوی سید اکبر حسینی صاحب مرحوم۔

الوداع الوداع السلام السلام کہتے ہوئے بمبئی روانہ ہو گئے، دوستوں نے پوچھا کب آؤ گے ہم نے کہا:-

کب تک ہی بقائے تن فنا کو معلوم کب تک ہی یہ زندگی قضا کو معلوم
ہر سانس یہ کہہ رہا ہی جاتے جاتے جاتا تو ہوں واپسی خدا کو معلوم

گلبرگہ اسٹیشن پر ایک دوست سے ملاقات ہوئی، اُنھوں نے بغیر قافلہ کے اور پھر اہلیہ کے ساتھ اتنے بڑے سفر پر اظہار تعجب کیا، گلبرگہ سے ریل روانہ ہونیکے بعد ہم بھی بہت دیر تک اُن کے اظہار تعجب پر غور کرتے رہے کیا واقعی یہ سفر بغیر قافلہ کے خطرناک ہے؟
یکایک کسی نے کہا۔

لاکھ اپنی طرف سے تم تدبیر کئے جاؤ آخر وہی ہونا ہی جو اُسکی مشیت ہے
تم ساتھ رہو اُسکے جو ساتھ تمھارے ہے غیروں کی معیت تو میت کی معیت ہے

یہی دو شعر گاتے گنگناتے ہوئے دوسرے دن فجر کے وقت بمبئی پہنچ گئے۔

بمبئی کے پلیٹ فارم پر قلیوں نے ہمارا تمام سامان اُتار اُتار کر ایک جگہ ڈھیر لگا دیا۔ لگیج افسر نے سامان کا معائنہ کیا۔ لگیج کا کاغذ طلب کیا۔ لیکن ہمارے پاس کیا تھا؟

حیدر آباد اسٹیشن تک پہنچانے والے کرم فرماؤں نے بنظر ہمدردی لگیج کے بغیر سامان ریل پر رکھدیا تھا اب بمبئی اسٹیشن پر کیا ہو سکتا ہے، پریشان بھی ہوئے خفیف بھی ہوئے، پھر بھی کچھ حاصل نہوا۔ لگیج افسر کے حکم سے قلی سامان لیکر، کانٹے پر چلے، سامان تولا گیا، ڈبل چارج کا حکم ہوا۔ ریل کے چند رفیقوں نے پھر ہمدردی فرمائی، ضابطہ اور قانون کی گفتگو ہونے لگی۔ لگیج افسر اور زیادہ بھڑک اُٹھا۔ ہم نے نرم لہجے میں عرض کیا صاحب! سامان میرا ہے۔ لگیج کا چارج مجھے ادا کرنا ہے، آپ جو فرمائیں مجھے منظور ہے۔

اس گفتگو سے صاحب بہادر کسی قدر ٹھنڈے ہوئے، پانچ روپیہ کچھ آنوں پر تصفیہ فرمایا:۔

ہمیشہ اپنے گناہوں کے معترف رہئے
بُرا گنہ ہے یہ کہنا کہ نے گناہ ہوں میں

صبح کا وقت سردی کا موسم، بمبئی جیسا پلیٹ فارم، قلیوں کی تیزی سامان کی ابتری، عجب پرلطف منظر تھا ہم آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسٹیشن پر چاروں طرف دیکھ رہے تھے کہ شاید کوئی دوست "جن کو اپنے آنے کی اطلاع دی تھی" یا معلم جن کو تار دیا گیا تھا" اسٹیشن پر لینے کے لئے آیا ہوگا۔

لینے کے دینے پڑ گئے، مگر کسی نے خبر نہ لی۔ قدرت نے سب کا ہاتھ جھٹک کر الگ کر دیا
صاحب بہادر نے تصفیہ کے بعد پلیٹ فارم سے سامان اُٹھانے کا حکم دیا
تشویش یہ تھی کہ جائیں کہاں ٹھہریں کس کے گھر، تار دئے خط لکھے، خط کا جواب
بھی آیا کہ بسم اللہ تشریف لائیے، مگر وقت پر کسی کا پتہ نہیں، البتہ ایک لفظ
مسافر خانہ یاد تھا گاڑی والوں سے کہدیا کہ حاجیوں کے مسافر خانہ میں لے چلو
پندرہ منٹ میں مسافر خانہ پہنچ گئے بہترین لطف انسان عبدالستار صاحب
منشی مسافر خانہ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے دوسری منزل کے کمرہ نمبر ۳۴
میں اُتروایا، معلم عبدالسلام ہاشم بھی وہیں مل گئے، داروغہ مولوی حضرۃ اللہ صاحب حنیف نے
بھی ہمدردی فرمائی،

غرض تھوڑی سی پریشانی کے بعد بمبئی جیسے تنگ شہر میں اطمینان بخش
اور پُرلطف جگہ وہ بھی بغیر کسی کرایہ کے ملنے پر خدائے تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا
ساتھ ہی کسی نے کہا او نادان، او بے صبر انسان! یاد رکھ

کچھ وقت سے اک بیج شجر ہوتا ہے
کچھ روز میں اک قطرہ گہر ہوتا ہے
اے بندۂ ناصبور! تیرا ہر کام
کچھ دیر میں ہوتا ہے مگر ہوتا ہے

الحمد للہ رب العالمین

لیجئے ایک منزل تو ختم ہوگئی، بمبئی تک حاجی ہوگئے، ابھی مکہ بہت
دور ہے، مسافر خانہ کا مکان نہایت عالیشان صاف ستھرا اس وقت
حجاج سے بالکل خالی تھا پورے مسافر خانے میں ہم تین حاجی تھے،

یہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ نمازی کمپنی کا جہاز "نگستان" ۲ رجب کو روانہ ہوگا۔
ہم نے پہلا کام یہہ کیا کہ عبدالغفار بھائی کے پاس رقم جمع کرا دی کیونکہ ہر جگہ رقم کی حفاظت میں بہت تکالیف لاحق ہوتے ہیں۔ تیسرے دن فی کس (ماعہ) کے حساب سے نگستان کا ٹکٹ خرید لیا، اب جہاز کی روانگی کے انتظار میں ایک ایک دن گزرنے لگا۔ اِن بیکاری کے دنوں میں شہر میں گشت لگانے اور جہاز کے سفر اور ملک حجاز کے حالات دریافت کرنے کے سوا اور کیا کام ہوسکتا تھا۔
بمبئی سا عظیم الشان اور ہر قسم کی مخلوق سے کھچاکھچ بھرا ہوا شہر شاید ہندوستان میں کم ہوگا۔

ایک شہرستان ہے ہر اک مکان بمبئی
ہے طلسم حیرت افزا داستان بمبئی
دونوں جانب آسمان سے باتیں کرتے ہیں مکاں
گویا تارا ہو گیا ہے آسمان بمبئی
اک محلہ کا تمدن اک محلہ سے جدا
ایک سے اک مختلف ہیں ساکنان بمبئی
یاں کسی کو بھی کسی کے کام سے مطلب نہیں
ہے فنافی الشغل ہر پیر و جوان بمبئی
مہوشانِ بمبئی کے گیسوپیچاں کی طرح
ختم ہوتی ہی نہیں ہے داستان بمبئی
حضرتِ امجد بھلا کعبے کو کیونکر جائینگے
ہوگئے وہ تو ہیں محو بتان بمبئی

اس آخری شعر کو سنکر ہماری سلمہ نے کہا کہ:۔
شاعرے را باید کہ تخلص خود قبیس ہند، زیرا کہ انجامش بہ جنوں کشد
بمبئی کے بلند اساس مکانوں، اور شاہدان بمبئی کے ریشمی لباس کی سرسراہٹ سے ہمارے کانوں میں ہمیشہ یہ آواز آتی تھی۔

دل ہے پتھر سے زیادہ پتھر بر میں جامہ ہے حریر و قز کا
قد تو دو گز سے بھی کچھ چھوٹا ہی گھر بنایا ہے مگر سو گز کا

جہاز چلنے سے ایک دن پہلے ٹیکہ لگانے کا حکم ہوا، ٹیکہ کے نام سے ہم پہلے تو بہت گھبرائے، مسلمان اور ٹیکہ، بے جوڑ سی بات معلوم ہوئی۔

کسی نے کہا ہندی حاجیوں کیلئے ٹیکہ غیر مناسب نہیں ہے، کیونکہ جہاز والے ہندیوں کو ہنود کہتے ہیں (واقعہ بھی یہی ہے ہمارے کوشاں (پروانۂ راہ داری پر ثلثہ ہنود لکھا گیا تھا) صبح کے وقت ٹیکہ کے انتظامات شروع ہو گئے، مسافر خانے میں میز کرسی بینچ جمائے گئے۔ پولیس قائم ہو گئی۔ دس بجے ڈاکٹر صاحب اور ڈاکٹرنی صاحبہ کی آمد ہوئی، عورتیں الگ کمرے میں مرد علیحدہ ہال میں یکے بعد دیگرے پیش ہونے لگے۔

ٹیکا لگایا گیا، پیشانی پر نہیں بازو پر، شاید ڈاکٹری اصول سے جہاز کے مسافروں کیلئے قوت بازو سمجھا گیا ہے۔ یعنی ہاتھ کئی روز تک بیکار ہو کر کام کرنے سے فراغت مل جاتی ہے۔ ہم نے بھی ٹیکہ لیا اور ساتھ ہی بورک اسڈ سے سینکدیا۔ الحمدللہ اس تدبیر سے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔

بعض لوگوں کو دیکھا کہ کچھ دن کے بعد اُن کا تمام ہاتھ متورم ہو گیا تھا۔

کچھ نہ کچھ عشق کے نشتر کا اثر ہو تو سہی
درد دل میں ہو کہ بازو میں، مگر ہو تو سہی
دیکھئے آتے ہیں کس طرح وہ دل تھامے ہوئے
آپ میں پہلے ذرا درد جگر ہو تو سہی

دوسرے ہی دن جہاز میں سوار ہونا تھا سلیمان نامی ایک بصری قلی کے ذریعہ سویرے ہی سامان گودی پر روانہ کر دیا، دن کے نو بجے ہم بھی گودی پر پہنچ گئے۔ جہاز پر سیڑھی لگائی گئی۔ حاجیوں کو سامان رکھنے کی اجازت ہوئی، چو ترکان برخوانِ یغما، حجاج اور قلی جہاز پر ٹوٹ پڑے، سر و پا کی خبر نہیں۔ تلے اوپر سب چڑھے ہی جاتے ہیں۔ مٹھی بھر اونچا ہونے کے لئے کسی کے گلے پر پاؤں رکھ دینا کوئی بات نہیں،

خدا خیر کرے، ابھی حج نہیں کیا ہے۔ صرف جہاز کی سیڑھی پر قدم رکھا ہے، منازل حج کی ابتدا ہے، دیکھئے اس کی انتہا کیا ہوتی ہے ہم کھڑے منھ دیکھ رہے ہیں، کس کی طاقت ہے کہ سیڑھی پر قدم رکھ سکے ڈیڑھ دو گھنٹہ کے بعد ہمارے قلی سلیمان نے آکر اطلاع دی کہ سامان جہاز پر رکھ دیا گیا ہے، ہم نے معلم صاحب کے ساتھ جاکر جگہ اور سامان کو دیکھ لیا بھپارہ کی منزل ابھی باقی تھی۔ سامان جہاز میں چھوڑ کر بھپارہ گھر گئے یہاں تمام حاجی قطار در قطار صف بستہ کھڑے کئے گئے۔ گنتی ہوئی، ٹکٹ اور پاسپورٹ دیکھے گئے۔ ہاتھوں پر مہریں لگائی گئیں بستر گرم مشین میں ڈالے گئے۔ ان مرحلوں سے فارغ ہو کر ہم پھر جہاز کی طرف روانہ ہوئے سلیمان نے جہاز میں اچھی طرح انتظام کر دیا تھا۔ بالفعل خاطر خواہ جگہ مل گئی

۱۷ر رجب ۱۳۴۶ ہجری دن کے ۱۲ بجے جہاز بمبئی سے روانہ ہو گیا۔

پیغام سے چل سکا نہ کچھ کام — لیجے اب دو بدو کی ٹھیری
جب برہمن تہ چلا نہ اُن کا — اب نجر مین جستجو کی ٹھیری

تیسرے دن جہاز کراچی پہنچا، کراچی تک بہت آرام میں گزری۔ کراچی پہنچکر ایک نہیں، دو نہیں، نوسو حاجی، اور وہ بھی تمام بخاری، سیلاب کی طرح جہاز پر ٹوٹ پڑے، اب تو ناپ ناپ کے ہر حاجی کو جگہ دی گئی، بھلے کو گرمی کا موسم نہ تھا، ورنہ دم ہی فنا ہو جاتا، جہاز میں چاروں طرف بخاری ہی بخاری نظر آتے تھے، نیچے پانی کا سمندر، جہاز میں جوؤں کا دریا متلاطم تھا، گندگی اور بدبو سے دماغ پھٹ رہا تھا، کپتان روز آ آ کر جگہ تنگ کرتا، اور بخاریوں کو لا لا کر بھرتا تھا۔ ادھر بیوی کی حالت خراب ہوتی چلی، قے اور متلی، اور دورانِ سر کا سلسلہ روز بروز ترقی کرتا چلا بیچین جہاز کی کروٹیں کسی کروٹ چین ہی لینے دیتی تھیں۔

ہمہ سر رشتہ نظم تن وروح بدست یک دل حیراں سپردند
دریں وسعت سرائے بحر مواج زمامِ ما بہ تنگستاں سپردند

موے کو مارے شاہِ مدار، ایک مزیدار بات اور سنیے ایک بڑھیا کو (جو ہمارے معلم کی حاجیہ تھی) غریب اور بیکس سمجھکر اس تنگی میں اپنے پاس جگہ دی جو ہم کو میسر تھا ہم بھی کھاتے اُسے بھی کھلاتے، مگر وہ برابر روزانہ صلوا تیں سنایا کرتی کبھی ہماری بدسلوکی کی حکایت کبھی کمی غذا کی شکایت، کبھی جگہ کی تنگی پر خفگی، کبھی ہوا نہ آنے پر لڑائی، جل تو جلال تو، آئی بلا کو ٹال تو، جہاز تنگ، جگہ تنگ، کپتان و معلم منکر نکیر کی طرح سخت دل، پہلو نشین بڑھیا مار آستین، تنگستان تھا، یا قبرستان؟

بقول اُسی بڑھیا کے مُسافری چند روز کے لئے کافی ہو گئی تھی،

ہماری اس حالت پر کسی شاعر نے خوب آوازہ کسا،

ایک بڑھیا نے کر دیا چت پٹ کتنے کمزور ہو گئے، امجد
روز تازہ فشار رہتا ہے زندہ در گور ہو گئے، امجد

ازاں تاریخ ترک صحبت گفتیم و طریق عزلت گرفتیم، "السّلامۃ فی الوحدۃ"

پھر ہم نے کسی جوان یا بڑھیا کو دوست نہیں بنایا، اور جس نے ہمارے ساتھ رہنے کی درخواست کی، اس بڑھیا کا واقعہ دُہرا کر معافی کے خواستگار ہوئے۔

حاجی صاحب کی پہلی بھیک

ایک دن جہاز میں سمٰعیل نامی ایک حجازی تاجر نے نہایت بہتر اور عمدہ پلاؤ پکایا، ہماری بھی دعوت کی سب دوستوں کے ساتھ ہم بھی کھانے بیٹھے۔ پلاؤ کی خوشبو سے دماغ مہک رہا تھا۔ فاقہ زدوں کی طرح للچائی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ کئی روز سے روکھے پھیکے نے آب و نمک دال چاول پر بسر ہو رہی تھی آج قسمت سے پلاؤ نصیب ہوا وہ بھی مفت، دو چار نوالے نہایت ذوق و شوق میں اڑا گئے، ساتھ ہی ساتھیوں کا خیال آگیا کہ ہم تو ادھر پلاؤ اڑا رہے ہیں، وہ غریب دال چاول پر گزار رہے ہیں، بس نوالہ حلق ہی میں اٹک کر رہ گیا، نہ اُگلے بنے نہ نگلے بنے کھانے سے کھینچکر بیٹھ گئے۔

سمٰعیل نے پوچھا، کیوں جی آپ نے ہاتھ کیوں کھینچ لیا ہے؟

ہم اُن کو کیا جواب دیتے، جی جی کہہ کر چپ ہو رہے پھر انھوں نے اصرار سے پوچھا محبت کا ستیاناس، بدرجہ مجبوری، منہ پر نے غیرتی کا نقاب ڈال کر بھیک مانگتے ہوئے کہنا ہی پڑا کہ آپ تھوڑا کھانا عنایت کر دیں تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھا لوں گا،

انھوں نے ایک رکابی پلاؤ سے بھر کر دیدی، ہم لئے ہوئے اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے اپنی اہلیہ کے ہاتھ میں رکابی دیکر اس پلاؤ لانے کی کیفیت بیان کی،

مگر بیان کرتے کرتے آواز بھرا گئی، آنکھوں میں آنسو آگئے، آج عمر بھر میں یہ پہلا وقت تھا کہ مانگ کر لانا پڑا۔ پلاؤ لائے مگر آبرو دیکر کسی مدعی محبت نے اپنے محبوب سے شکایت کی کہ ظالم تیری محبت نے تو مجھے ساری دنیا میں ذلیل و خوار کر دیا، اب کہیں منہ دکھانے کی صورت باقی نہیں رہی۔

محبوب نے ہنس کر کہا کہ۔۔۔۔ جب تک تم اپنی عزت کو لئے پھرو گے ہماری عزت تمھاری نگاہوں میں کیا خاک ہوگی، یا اپنی ہی عزت کرو یا ہماری؟

چاہتے ہو، ھُو کو اور کہتے ہو ہاہو ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال ست و محال ست و جنوں

کچھ دن کے بعد مشین افسر سے ملاقات ہوگئی۔ کسی قدر آرام کی شکل نکل آئی ایک رات مشین افسر کے کمرہ میں مولود خوانی بھی ہوئی۔ ہم اُس محفل کے

صدر قرار پائے، خوب زور وشور سے مولود خوانی ہوئی، چائے کا دور رہا، کیلے تقسیم ہوئے اس کے بعد ہم جل مانسوں کے پیر و مرشد بن گئے۔ جہاز کے تمام کارپرداز ہمارا احترام کرتے، ہر وقت چائے بسکٹ لئے حاضر رہتے تھے تازہ تازہ مچھلیاں کھلاتے، فرصت کے وقت ہمارے پاس بیٹھکر پنکھا جھلا کرتے تھے، ہم سے تعویذ لکھواتے، ہمارے کپڑے دھوتے، ہمارے نہانے کے لئے پانی گرم کرتے۔ مختصر یہ کہ ہمارے ہر حکم کی تعمیل بسر و چشم ہوا کرتی۔ واہ جی واہ۔ پڑھو دوستو!

کچھ وقت سے اک بیج شجر ہوتا ہے کچھ روز میں اک قطرہ گہر ہوتا ہے
اے بندۂ ناصبور تیرا ہر کام کچھ دیر سے ہوتا ہی مگر ہوتا ہے

اس طرح رات دن گزارتے ہوئے ۱۲ دن کے بعد ہمارا جہاز کامران پہنچا سب کے بعد دن کے ایک بجے، کشتیوں کے ذریعہ مختصر سامان بغل میں دبائے ہوئے ہم بھی ساحل پر اُتر پڑے، حمام کے دروازے پر وہ بھی چھین لیا گیا کھال بچ گئی مگر جسم سے کپڑے پاؤں سے جوتے نکال لئے گئے۔ اور ہر کپڑے کو کھول کھول کر بھاپ کی گرم دھکتی مشین کے حوالے کیا گیا، ہم بھی ڈھکیل دئے جاتے تو کیا کر لیتے۔ ایک حمام میں سب ننگے، دس بارہ دن کے سلوک میں پورے مجذوب بنے ہوئے کھڑے ہیں تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر صاحب دام اجلالہٗ تشریف لائے، حکم ہوا کہ سب اپنے اپنے ہاتھ اُٹھائے رکھیں (تاکہ ڈاکٹر صاحب کو نبض دیکھنے تکلیف نہو) تمام غریب قدم جمائے ہاتھ اُٹھائے کھڑے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب منھ اُٹھائے

کسی کی نبض پر، کسی کی ہتیلی پر، کسی کی انگلیوں پر انگلیاں رکھتے ہوئے تشریف لے گئے۔ سب کو حمام کے آخری کمرہ میں داخل ہونیکا حکم دیا گیا۔ جہاں چھتوں پر فوارے لگے ہوئے تھے۔ سب غریب فواروں کے نیچے کھڑے کئے گئے اوپر سے پانی چھوڑا گیا۔ نہ معلوم کس قسم کا پانی تھا، تمام جسم میلے کپڑوں کی طرح چیکٹ ہو گیا، مدت کا جما ہوا میل پھوٹ پھوٹ کر جسم پر ہر جگہ جم گیا۔ زیادہ خوبصورتی کیلئے منہ اور سر پر صابون بھی مل دیا گیا۔ اسی ہئیت کذائی سے دوسرے ہال میں ڈھکیلے گئے۔ جہاں جسم سے اترے ہوئے کپڑے مشین میں پڑے تھے۔ کپڑے ہیں کہ مشین سے باہر آنے کا نام نہیں لیتے اب نکلتے ہیں نہ تب، کپڑوں کے انتظار میں، پانی میں شرابور، سردی سے دانت بجاتے کھڑے ہیں۔ واہ کیا پرلطف منظر ہے، ایک، ایک کی ہئیت کذائی کو حیرت و استعجاب سے دیکھ رہا ہے۔ اپنے حال سے بے خبر ایک ایک کی صورت دیکھ دیکھ کر ہنس رہا ہے اچھا خاصہ سر و پا برہنہ مجذوبوں کا میلہ لگا ہے

سارے کپڑے اتر گئے ہیں خالی اک خول ہو گیا ہوں
حج سے پہلے ہی کامراں ہیں حاجی بغلول ہو گیا ہوں

آخر آدھ پون گھنٹہ انتظار کے بعد مشن خانے سے کپڑے نکلنے شروع ہوئے، ہماری طرح ہمارے کپڑے بھی مشن کے بھاپ سے پانی میں تر بتر ہو رہے تھے۔ مگر کرتے کیا، سرکاری تہمد اتار کر گیلے کپڑے گیلے جسم میں پہن لئے، پھر اسی حال سے باہر جھونپڑیوں میں ہانکے گئے۔ عورتوں کی حالت بھی اسی کے مماثل رہی، باہر آکر کچھ قدر دم لیا، کامران

جو پاک ہے جسم اور مکاں سے لو دیکھ لو یہ اسی کا گھر ہے
یہ قصر ہے یہ غلاف والا اسلام کا نقطۂ نظر ہے

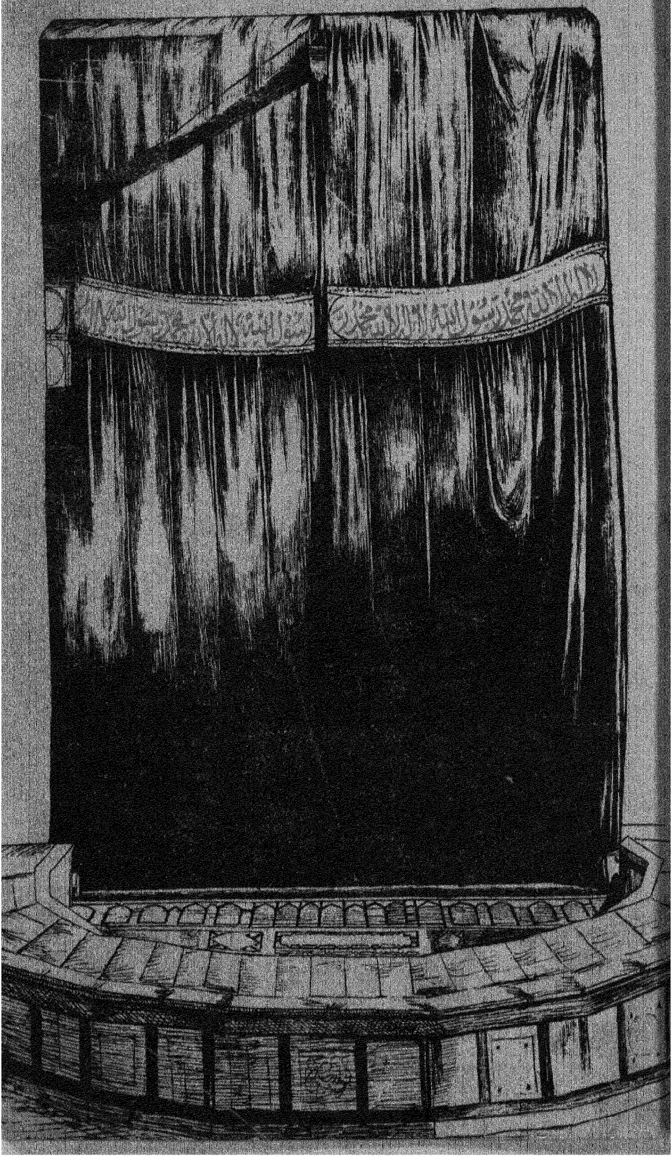

قرار پایا ہے، اللہ اکبر، اللہ اکبر یہی مکان عبادت کا وہ پہلا گھر ہے جسکو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیٰ نبینا و علیہما السلام نے مل کر بنایا تھا۔

اِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ وَاِسْمٰعِیْلُ۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر یہی وہ مکان ہے جہاں بانیانِ کعبہ (ابراہیم و اسمٰعیل) کی دعا قبول ہو کر رسول آخر الزماں، خاتم النبیین، حامل القرآن، مبعوث ہو کر مخلوق الٰہی کو آیات الٰہی سناتے، گمراہوں کو راہ حق دکھاتے۔ ان پڑھوں کو علم و حکمت کی باتیں سکھاتے، ناپاکوں کو پاک کرتے تھے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ ؕ

اللہ اکبر اللہ اکبر، یہی وہ مکان ہے جہاں سے صاحب معراج علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج ہوئی۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی ؕ

اللہ اکبر اللہ اکبر یہی وہ مکان ہے جہاں بانیانِ کعبہ کی دعا کے موافق لاکھوں مسلمان امیر و غریب، ترکی، حبشی، چینی، تاتاری، مشرقی مغربی، ہزاروں مصائب جھیلتے کسی خاموش پکارنے والے کی صدا پر لبیک لبیک کہتے ہوئے چلے آتے ہیں۔

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ ؕ

اللہ اکبر اللہ اکبر مکہ میں یہی وہ پہلا گھر ہے جو خدائے پاک و برتر کی عبادت کا مبارک مقام قرار دیا گیا ہے جس میں آیات بینات ہیں۔ مقام ابراہیم ہے۔ جس میں داخل ہونے والا عذاب الٰہی سے امن میں آجاتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ

مُبَارَکًا وَّهُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ فِیْهِ اٰیَاتٌ بَیِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِیْمَ۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا الخ

اللہ اکبر اللہ اکبر، یہی وہ کعبہ ہے جس کے طواف کرنے والوں پر ساٹھ رحمتیں، اور وہاں کے مصلین پر چالیس رحمتیں اور صرف اُس کے دیکھنے والوں پر بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

اللہ اکبر اللہ اکبر یہی مکان وہ هُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ ہے جسکا رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ نے طواف کیا ہے۔

دیکھو یہ بیت خالق اکبر ہے — ہر قسم تجلیات کا مظہر ہے
اب اس سے زیادہ اسکی عظمت کیا ہو — جسکا کوئی گھر نہیں یہ اسکا گھر ہے

فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ

ہم شدت شوق میں سب سے دو قدم آگے مطاف تک پہنچ گئے۔

صد شکر کہ اُن کی رہ گزر تک پہنچا — مجھ سا بندہ خدا کے گھر تک پہنچا
دامانِ کریم اب نہ چھوٹے اَمجد — لے دستِ دعا باب اثر تک پہنچا

اب کیا کیا جائے؟ باب کعبہ بند، آتنی رات گئے صاحب کعبہ کو کون اطلاع دے کون جا کر کہے ایک تیرا غریب بندہ ہزاروں کوس کی مسافت طے کر کے ٹھوکریں کھاتے مصیبتیں جھیلتے، ڈوبتے تیرتے گرتے پڑتے تیرے لئے تیرے مولا صرف تیرے لئے اِلٰهِیْ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَرِضَاکَ مَطْلُوْبِیْ کو نصب العین بنائے ہوئے یہاں تک آیا ہے بہت دیر تک اِدھر اُدھر دیکھتے رہے کسی آنے جانے والے کا پتہ نہ چلا۔ یا اللہ اب کیا کریں؟

جی میں آیا زور زور سے فقیرانہ صدا لگاؤں اپنی پُرانی نظم :-

دے اے مرے مولا دے دے اے مرے داتا دے

کچھ صدقۂ طٰہٰ دے کچھ صدقۂ زہرا دے — کچھ اُن کا تصدق دے کچھ اپنا اُتارا دے
اسلام کی قسمت پھر اک مرتبہ چمکا دے — کھو بیٹھے ہیں ہم جتنا پھر اُس سے بھی دونا دے

دے اے مرے مولا دے دے اے مرے داتا دے

اس رنج کی دنیا میں جامِ طرب افزا دے — اس میکدہ لا میں اک ساغرِ الّا دے
اے فضل و کرم والے! محتاج کو دلوا دے — اُمید کے بندے کو محروم نہ پلٹا دے

دے اے مرے مولا دے دے اے مرے داتا دے

اس اپنے بھکاری پر اے شاہ کرم فرما — آیا ہے ترے در پر گم راہ، کرم فرما
مایوسی کی حالت ہے ناگاہ کرم فرما — اللہ کرم فرما لِلّٰہ کرم فرما

دے اے مرے مولا دے، دے اے مرے داتا دے

دوری سے تری تھک کر جی اپنا نہ ہاروں گا — افلاک کی چوٹی سے تاروں کو اُتاروں گا
بگڑی ہوئی قسمت کو رو رو کے سنواروں گا — سو مرتبہ چیخوں گا، سو بار پکاروں گا

دے اے مرے مولا دے دے اے مرے داتا دے

اس جسم کے جوہر کو عریانی سے زینت دے — دستِ دلِ سائل میں دامانِ محبت دے
کچھ درد کی لذت دے کچھ غم کی مسرت دے — ایمان کی لذت دے توحید کی دولت دے

دے اے مرے مولا دے دے اے مرے داتا دے

کب تک تری صورت کو یہ دیدۂ تر ترسے — دیکھیں مری کھیتی میں کب ابرِ کرم برسے
اُمید بہت کچھ ہے امجد کو ترے در سے — دامانِ ہوس بھر دے مقصود کے گوہر سے

جو اسی دن کیلئے کہی گئی تھی چیخ چیخ کر پڑھو۔ بندے کے گندے قدم پاک مکان میں نہیں پہنچ سکتے لیکن اُسکی درد بھری صدا کو کون روک سکتا ہے

تیرا گزر محال ہی خستہ دل اُس مکان تک
سینکڑوں بے نشان ہوئے مل نہ سکا نشان تک
جا نہیں سکتا اُس جگہ گرچہ ترا گمان تک
پر ترے درد کی صدا پہنچیگی اُس کے کان تک

اے فقیرِ بنوا بانسری بجائے جا

فقیرانہ صدا بلند کرنے کو ہی تھے کہ نقیب ادب نے ڈانٹ بتائی، خبردار کیا کرتا ہے یہہ چیخ پکار کا مقام نہیں ہے وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا لیجئے یہہ تدبیر بھی پٹ پڑی۔ خاموش ہو کر ہر طرف غور سے دیکھتے رہے۔ یکایک کعبہ کے جنوبی رُخ اک چھوٹی کھڑکی سی نظر پڑی، یہہ کیا ہے؟ شاید رات کے وقت بڑا صدر دروازہ بند کرکے چھوٹی کھڑکی کھول دیجاتی ہو بیشک بندہ پروری اسی کو کہتے ہیں، کھڑکی میں منہ ڈال جھانکنا چاہا۔ منہ جا کر پتھروں سے ٹکرا گیا۔ پھر بھی بہت دیر تک آنکھیں گڑو گڑو کر دیکھتے رہے آنکھوں کے ڈھیلوں کی طرح کوئی سیاہ چمکدار چیز نظر آتی ہے، کبھی پھر وہی تاریکی کا پردہ پڑ جاتا ہے۔ اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی کہ محل کے اطراف چکر لگائیں۔ آخر کتنے چکر؟ سات پردوں میں رہنے والا شاید سات چکروں میں مل جائیگا۔ ہر چکر میں ایک ایک حجاب اُٹھتا جائیگا

صفات سبعہ کا دور اسی طرح ختم ہو کر جلوۂ ذات تک رسائی ہو گی بس بسم اللہ اللہُ اکبر اللہُ اکبر وللہِ الحمد ربنا ارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم کہتے ہوئے برابر چکر لگا رہے ہیں اور ہر چکر کے بعد کھڑکی کے پاس بھی تھوڑی دیر جا کر جھانک لیتے ہیں، شاید اب کھل گئی ہو پھر بند پاکر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ لیجئے ساتوں چکر بھی پورے ہو گئے، اب بھی کچھ نہیں، اب بھی وہی نہیں، ملتزم سے چمٹے رہے۔ مقام ابراہیم پر پچھاڑیں کھائیں۔ بہت چیخے، بہت پیٹے نہ دروازہ کھلا نہ کھڑکی۔ آخر مطاف سے دور ہٹ کر خانۂ کعبہ سے ٹکٹکی لگائے فلیعبدوا رب ھذا البیت کو نصب العین بنا پھر پکارنے لگے:۔

مثل و مثال سے بری حد مثال میں بھی آ
جاہ و جلال کے خدا شانِ جمال میں بھی آ

خسرو بارگاہِ ناز لطف نیاز بھی تو دیکھ
اے مرے شاہبازِ حسن عشق کے جال میں بھی آ

قسمتِ بد کو نیک کر ظاہر و باطن ایک کر
تو مرے قال میں بھی آ تو مرے حال میں بھی آ

تو ہے جہاں میں ہر جگہ پھر بھی نہیں کسی جگہ
تو زمین و آسمان چشم خیال میں بھی آ

مردہ دلی نکال دے جان میں جان ڈال دے
چشمۂ آب زندگی جامِ سفال میں بھی آ

جواب کیا ملتا ہے:

صبح سرور کے حریص شامِ ملال میں بھی آ
طالب ملک سروری شانِ سوال میں بھی آ

ذوق شنیدنا کجا دید کا بھی تو لطف اٹھا
لذتِ قال ترک کر عالم حال میں بھی آ

نقد شکستگی یہاں لعل و گہر سے ہے گراں
بام کمال سے اتر حد زوال میں بھی آ

رشتۂ عبدیت نہ توڑ شیوۂ عاجزی نہ چھوڑ
بولہبی بہت ہوئی رنگِ بلال میں بھی آ

جامۂ کبر چاک کر، خود کو خودی سے پاک کر
امجدؔ منزلت طلب صفِ نعال میں بھی آ

اِس جواب سے دل ہی تو بیٹھ گیا، اِن کڑی کڑی منزلوں نے پتہ ہی پانی کر دیا
ہم سمجھے تھے کہ کعبہ والے سے ملنے کیلئے حیدر آباد سے چلکر ملک حجاز میں آنا
صحنِ حرم میں قدم رکھنا ہی کافی ہوگا لیکن یہاں آکر بھی مقصودِ اصلی کیلئے
نئی نئی گھاٹیوں (شانِ سوال ہیں، عالمِ حال ہیں، حدِ زوال ہیں،
رنگِ بلال ہیں، صفِ نعال ہیں) داخل ہونے کی خبر نہ تھی۔

حوصلہ سخن منازل نے چھکے چھڑا دئے۔ قدم سعی ڈگمگا کر رہ گئے۔ انتہائی مایوسی سے جی بھر آیا، آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے۔ ہمارے قدیم دوست کو پھر موقع ہاتھ آیا، ہمارے رونے پر اُس کو ہنسی سوجھی قہقہہ مار کر کہنے لگا حاجی صاحب ہم نے تو پہلے ہی حق دوستی ادا کر دیا تھا آپ کو بھی سمجھا دیا تھا۔ خرِ عیسیٰ اگر بمکہ رود ؛ چوں بیاید ہنوز خر باشد ؛ مشبہ بہ کی طرح مشبہ صاحب بھی عقل سے معذور ہی نکلے۔ مایوسی تو تھی ہی، نفس کے تیز نشتروں نے بالکل ہی آدھ موا کر دیا۔ کھسیانے پن کی کوئی حد نہ رہی جھینپے اور بہت جھینپے، کٹے اور بہت کٹے لیکن کیا کرتے، کہاں جاتے کس سے کہتے عرقِ انفعال میں ڈوبے ہوئے ٹھنڈے پسینوں میں نہائے ہو صدقے کے تیلے کی طرح جیسے بیٹھے تھے یکایک آنکھ جھپک گئی۔ نہ معلوم بین النوم والیقظہ کیا سنا کیا دیکھا، پھر جو آنکھ کھلی زباں پر بڑبڑاہٹ لب پر مسکراہٹ تھی، دل سے تسکین کی لہریں اُٹھ رہی تھیں نفس کا تکلیف دہ نقش دھل چکا تھا جاء الحق وزھق الباطل حواس غائب تھے مگر کسی غائب سے بطرح مخاطب تھے:-

تہنیت

دشت ترا ہم سے طے کیا ہے ہم نے

سب بکھرتی رہی میں دریا ہم نے

تجھ سے بھی شاد

دل بسا بھی تجھے ہے ہم نے

گھر ترا دیکھ لیا ہے ہم نے

سن ۶۹ء

بس باب الکعبہ کے رُخ بیٹھ کر رات کی تاریکی میں کسی کی جلوہ افروزی کا انتظار کرنے لگے۔ کسی نے کہا اے دیوانے، اے محدود نظر، اے درو دیوار میں سر ٹکرانے والے۔ غیر محدود ہستی کو حدود (کعبہ) میں، محیط الکل کو جزو میں تلاش کرتا ہے :-

نشاں را مبیں کیں نشاں بے نشان ست
مکاں صد ہزار و مکیں لا مکان ست (سلمہ)

وہ مکان کا پابند نہیں، دروازہ بند ہونے سے وہ خود بند نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ دروازہ بند ہو مگر گھر والا اپنے مہجور کے انتظار میں خود باہر جلوہ فرما ہو اس صدا کے آخری جملہ کے ساتھ ہی، آنکھوں نے کیا دیکھا، کانوں نے کیا سنا دل نے کیا لذت پائی، روح نے کیا سرور حاصل کیا، نہ بیان میں آسکتا ہے نہ زبان اُسکی تقریر کرسکتی ہے۔

البتہ تڑپتے ہوئے دل پر کسی کا ٹھنڈا ہاتھ رکھکر یہہ کہنا تو اچھی طرح یاد ہے :-

کیوں میرے فراق کا تجھے ماتم ہے کیوں مجھکو نہ دیکھنے کا تجھ کو غم ہے
تو دیکھے مجھ کو کیا کرے گا امجد میں دیکھ رہا ہوں تجھکو یہہ کیا کم ہے

هُوَ الَّذِىْ اَنْزَلَ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا

پچھلے پہر کو اللہ اکبر، اللہ اکبر کی پرجلال آواز نے گہری نیند سے جگایا۔ وضو کرکے نماز سے فارغ ہو کر مکان واپس آئے۔

الحمد للہ رب العالمین

دیوانہ راہوے بس است

ایک دن عصر کے وقت طواف کر رہے تھے یکایک کعبہ کے شمالی رُخ بلندی پر ایک ہاتھ سا نکلا ہوا نظر آیا۔ ایں یہہ کیا ہے؟ شاید کعبہ کی چاروں طرف ایسا ہی باہر نکلا ہوا حصہ بنا یا گیا ہے، اس خیال سے چاروں طرف چکر لگایا لیکن سوائے سمتِ شمالی کے کسی اور طرف سطح دیوار کے سوا کچھ نظر نہ آیا، آخر بے صبری میں کسی سے پوچھا بھائی صاحب (اوس چیز کی طرف اشارہ کرکے) یہہ کیا ہے؟

"صاحب یہہ میزاب رحمت ہے" یعنی؟

یعنی کعبہ کی چھت پر جو برسات کا پانی گرتا ہے وہ اس میزاب سے باہر نکلجاتا ہے" اچھا، پھر اس کیلئے سمتِ شمالی کی کیا خصوصیت ہے۔ اس کی کوئی خصوصیت نہیں"

نہیں صاحب اس جواب سے تو کوئی تشفی نہیں ہوتی۔

ہمارے اس اضطراب کو دیکھکر کسی نے چپکے سے کہا۔

اے شیخ بروبہ جستجوئے طیبہ کافیست دلیل راہ بوئے طیبہ
سرّ میزاب رحمت از من بشنو انگشت اشارت ست سوئے طیبہ

ایں، کیا مدینۂ طیبہ، روضۃ الرسول اسی سمت ہے؟ یہہ میزاب رحمت، مدینۃ الرحمۃ کی طرف اشارہ کرتا ہے؟ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ، بس اب تو دل بقابو

ہوگیا۔ اب مدینہ طیبہ جانے کی کیا صورت ہے؟ بس، اب سب کچھ وہیں مل جائیگا بِالمُؤمِنِینَ رَءُوفٌ الرَّحِیم دامن آرزو کو مقصود کے موتیوں سے بھر دیگا جاؤں اور جلد جاؤں، کیا اونٹوں پر؟ اوہو وہ تو معلوم کب پہونچینگے اور کب پہونچائیں گے، یہاں تو ایک ایک گھڑی پہاڑ ہے۔ نہ معلوم طائر روح قفس عنصری سے کب پرواز کرجائے اب تو یہی ہوس ہے کہ مرنے سے پہلے اک مرتبہ جی جاؤں، آنکھ بند ہونیکے پہلے کم از کم ایک مرتبہ کسی کو دیکھ لوں کسی دوست نے کہا گھبراؤ نہیں ہم تم کو بہت جلد بھیجتے ہیں، یہاں سے مخصوص موٹر کار کرایہ کرلو، بس دوسرے ہی دن انشاء اللہ مدینہ طیبہ پہنچ جاؤگے۔

یہہ سنتے ہی انہیں کو ساتھ لیکر نجاح کمپنی دوڑے گئے۔ پندرہ گنی فی کس کے حساب سے مخصوص موٹر ٹھیرالی۔ رقم بھی اُسی دن ادا کردی۔ کل روانگی کا دن بھی مقرر ہوگیا۔

مگر کل جاکر معلوم ہوا کہ جو شوفر ہمارے لئے منتخب کیا گیا ہے ابھی جدے سے نہیں آیا ہے۔ خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہوگئے۔ ادھر سے واپس ہوتے ہوئے نماز ظہر کیلئے حرم میں آئے۔ نماز کے بعد طواف کیا طواف میں پھر میزاب رحمت پر نظر پڑی،

پھر کسی نے کہا:۔

ایمان کی تکمیل اے امجد ہوتی ہے نبی کی زیارت سے
تم کعبہ جس کو کہتے ہو وہ نصف مکان مدینہ ہے

اس سمت کو سیدھے چلے جاؤ، محبوب خدا سے مل آؤ
کعبہ میں یہہ میزاب رحمت سنگ نشان مدینہ ہے

وفور زمزم

آج شعبان کی تیرہ تاریخ تھی دن عید تو نہ تھا مگر رات شب برات تھی مغرب کی نماز کے لئے لوگ جمع ہو رہے تھے۔ یکایک زمزم کے حجرے میں شدت کے ساتھ سائیں سائیں کی صدا بلند ہوئی۔ ساری مخلوق زمزم پر ٹوٹ پڑی سب کے ساتھ ہم بھی دوڑے گئے، معلوم ہوا کہ آج کی تاریخ زمزم کو جوش ہوتا ہے۔ کنویں میں زمزم کا پانی فوارے کی طرح اچھلتا ہے۔ آج ہی تاریخ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایڑیاں رگڑنے سے رحمت الٰہی اس چشمہ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

بنتی ہی نہیں ہے کوئی صورت جبتک اچھی طرح نہ بگڑے
ہوتا نہیں جوش بحر رحمت جبتک کوئی ایڑیاں نہ رگڑے

اسی جوش رحمت کی یادگار ہیں قدرتی طور پر آج زمزم کو جوش ہوتا ہے

اَللّٰہُ اَکبَر اَللّٰہُ اَکبَر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکبَر وَلِلّٰہِ الحَمد ۔

یوں تو زمزم پہلے ہی سے کیا کم معظم ہے مگر اس وقت اور بھی خصوصیت پیدا ہو گئی تھی۔ ہر شخص قطرۂ آب کیلئے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ ہم بھی بہزار کشمکش وہاں تک پہنچ گئے ایک کٹورا پانی ہم کو بھی میسر آ گیا۔ کوئی مانے یا نہ مانے ہم تو یہی کہیں گے کہ لبن خالص کا مزہ آ گیا۔ اگرچہ بارہ دن

متواتر زمزم پیا کرتے تھے مگر آج کا خاص ذائقہ ہمیشہ یاد رہیگا۔

مدینۂ طیبہ کو روانگی

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

شانِ معبود عبد میں پاتا ہوں   تنزیہ سے تشبیہ کی سمت آتا ہوں
کلمہ میں خدا کے بعد ہے نامِ نبی   کعبے سے مدینے کی طرف جاتا ہوں

دوسرے دن سویرے موٹر کار میں ہم تین آدمی، اور ایک ضعیف العمر سمجھدار شخص سرفراز علی دہلوی، (جن سے آتے وقت جہاز میں ملاقات ہو چکی تھی) جدے روانہ ہوئے، رات جدے میں گزار کر دوسرے دن دس بجے اور چھ موٹروں کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔ تقریباً بارہ بجے تک رابق (رابغ) کی سڑک پر پہنچ گئے۔ ایسی وسیع اور مضبوط سڑک شاید کسی نے کہیں دیکھی ہو، پچاس چالیس موٹر برابر ستراسی میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بے تکان دوڑ سکتے ہیں۔ سمندر کا کنارہ، مسطح راستہ، تیز رفتار، سبک سیر موٹر مدینہ پاک کا سفر اللہ اکبر! اللہ اکبر! یہ معلوم ہوتا تھا کہ دل میں مسرت نے پایاں کی ہزاروں لہریں اُٹھ رہی ہیں۔

ایک بجے کے قریب رابغ پہنچ گئے۔ جہاں چائے، روٹی، مچھلی، ٹھنڈا پانی تربوز، کھانے پینے کی اکثر چیزیں تیار ملیں۔ کوشاں پاس کرائے گئے۔ مسافروں کی گنتی ہوئی، رابغ سے چلتے وقت وہاں کے بہت سے چھوٹے بڑے بچوں نے یا حاجی مکہ مدینہ کہہ کہہ کر چاروں طرف سے گھیر لیا۔ جنکی

ایک ساتھ آواز سے ایک سُریلے راگ کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی ان کو کچھ دے دلا کر رابق سے آگے روانہ ہو گئے۔

رات مستورہ میں قیام کیا شکستہ جھونپڑیوں میں فرش زمین پر ایسی راحت و آرام کی نیند آئی شاید کسی کو پھولوں کی سیج پر بھی ایسی گہری نیند نہ آئی ہو گی۔

چھایا ہوا اک عالم بیہوشی ہے کونین کی فکروں سے فراموشی ہے
آنکھیں، لذت میں ڈوب کر بند ہوئیں یہ نیند ہے یا تری ہم آغوشی ہے

رات جو لیٹے بس صبح ہی آنکھ کھلی، فوراً بستر لپیٹ موٹر پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ ظہر کے وقت بیر درویش پر کوشاں پاس کرائے گئے۔ ہم سب کے کوشاں، ایک دوسرے شوفر کے پاس تھے، سرفراز علی کا کوشاں اس نے کھو دیا۔ ماموروں نے ان کو روک لیا کہ جب تک حکومت کا ٹکس جو فی کس چھ گنی مقرر ہے ادا نہ کیا جائیگا۔ آگے جا نہیں سکتے۔ بہت منت کی بہت سماجت کی۔ شوفر نے ہر طرح ضمانت بھی دینے کو کہا۔ مگر وہاں چھ عدد سونے کے سکے کے سوا باقی ساری باتیں فضول ثابت ہوئیں۔ غریب بہت گھبرا گئے شہر نہیں مکان نہیں، بیچ جنگل رقم پاس نہیں، کوشاں کا کاغذ شوفر نے کھویا، بلا ان کے سر آپڑی، فوراً رقم ادا کرو، یا جنگل میں اونٹوں کی طرح سڑتے پڑے رہو۔ بیچارے پریشان اور سخت پریشان ہوئے۔

حکومت اس کو کہتے ہیں حکومت ایسی ہوتی ہے

آخر کچھ ہم نے کچھ انہوں نے ملکر چھ گنی کا تکملہ کیا، کوشاں کی قیمت ادا کی

اس کا اثر سید صاحب نے اس قدر لیا کہ آج تک اپنے آپ کو ہر شخص کے سامنے، امجد کا چارگنی میں خریدا ہوا غلام کہتے ہیں کاش ہم میں بھی یہی کیفیت امتنان پیدا ہو جاتی ہم بھی اپنے حقیقی دینے والے اڑے وقت کام آنے والے کے شکرگزار بندے ہو جاتے :-

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ

تجھ میں ہے اگر ذرا بھی ایمان تو مان ہر وقت اگر نہیں کسی آن تو مان
نعمت کے معاوضہ سے جب قاصر ہے ناشکر انسان اُسکا احسان تو مان

الحاصل بصد کوشش، کوشاں کے جھگڑے سے گلو خلاصی کر کے پھر موٹر میں سوار ہو کر روانہ ہوئے یہاں سے مدینۂ پاک تک سڑک بھی کسیقدر صاف ہو گئی ہے۔

عصر کا ٹھنڈا وقت، سڑک صاف، مدینۂ پاک کی قربت، روضۃ الرسول سے ہو کر آنے والے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں میں، ہوا کی طرح موٹر اُڑے چلے جا رہے ہیں۔

ہمارا شوفر محمد حسین کہتا ہے، یہاں پہونچکر موٹر خود ہمارے اختیار سے باہر ہو جاتے ہیں۔ ہم اور ہمارے موٹر بلا اختیار کھنچے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ دل ہے کہ بے اختیار سینے سے باہر نکلا جاتا ہے، آنکھوں کی پتلیاں اونچی ہو ہو کر کچھ دیکھنا چاہتی ہیں۔ مگر آنسوؤں کی جھڑی کچھ دیکھنے نہیں دیتی،

ادھر سورج ڈوب رہا ہے تاریکی آہستہ آہستہ اپنا قدم بڑھا رہی ہے

شوق دیدار سنبھلنے نہیں دیتا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آتش شوق کو اور گرما رہے ہیں۔ کبھی کبھی اس صراط مستقیم کی خاک پاک موٹر کی تیز رفتاری اور ہوا کے جھونکوں سے، اُڑ اُڑ کر آنکھوں میں آتی ہے، اور ہم غایت شوق میں کہتے جاتے ہیں۔

مانند نظر سما مری آنکھوں میں
آ جا مثل حیا مری آنکھوں میں آ
تو میری بصارت کی بصیرت ہو جا
اے خاک مدینہ آ مری آنکھوں میں آ

وقت تیزی سے جا رہا ہے مدینہ پاک قریب آ رہا ہے ہر شخص کی نگاہیں کسی چیز کی تلاش میں جنگل کے چاروں طرف ہرنوں کی طرح دوڑتی پھرتی ہیں۔ یکایک کسی نے اشارہ کر کے کہا:۔

وہ رحمت بیکراں کا دریا دیکھو
وہ فرش پہ ہے عرش کا نقشا دیکھو
اے حاجیو! آنسوؤں سے آنکھیں دھو کر
دیکھو مرے سرکار کا روضہ دیکھو

اب تو صبر و ضبط کی باگ دست اختیار سے نکل گئی، آنکھیں کہتی ہیں ہم پہلے قدمبوسی کریں، دل کہتا ہے کہ میں سینہ پھاڑ کر نکل جاؤں مگر گراں ڈیل جسم کے آگے کسی کی پیش نہیں چلتی، چلو تو ان کے ساتھ چلو، رہو تو ان کے ساتھ رہو۔

چلتا ہوں تو سامنے پہاڑ آتا ہے
جب دیکھئے تب یہ پردہ آڑے آتا ہے
تن سدِّ رہِ حبیب بن کر آیا
یہ جسم، مرا رقیب بن کر آیا

ٹھیک مغرب کے وقت، موٹر باب العنبریہ پر ٹھیر گئے۔ کو نشان دکھائے گئے شہر میں داخل ہونے کی اجازت ہوئی۔

سابق ہیں مدینۂ پاک کا رستہ جسقدر دور دراز دشوار گزار مخدوش پُرخطر تھا۔ اب دورِ حالیہ میں موٹروں کی بدولت اُسیقدر نزدیک اور آسان، اور مامون ہوگیا ہے۔ حکومت کی اس جدّت طرازی اور راحت و آسانی کو دیکھکر حق پسند بیساختہ کہہ اُٹھتا ہے رَبَّنا مَا خَلَقتَ ھٰذا بَاطِلًا

مدینہ میں مزوّر ہر آنے والے سے اُس کا ملک دریافت کرتے ہیں، یہاں زائرین کی تقسیم ملک واری قرار دی گئی ہے۔ مکۂ معظمہ کے مطوفین کی سی صورت نہیں ہے، کہ جس کو چاہا مطوف بنا لیا، کہیں جبر ہے کہیں اختیار ہے۔ حیدرآباد دکن کے مزوّر مولوی ابو سعود صاحب ہیں ہم نے ابو سعود صاحب کا پتہ دریافت کیا۔ سید جعفر داغستانی داروغۂ رباط سرکاری کا مکان پوچھا۔ حمزہ نامی ایک صاحب ہم کو گھوڑا گاڑی سوار کراکے، جعفر داغستانی کے مکان پر لیگئے۔ معلوم ہوا کہ داروغہ صاحب باہر گئے ہوئے ہیں مکان کی کنجیاں بھی اُنہیں کے پاس ہیں کیا کرتے دروازہ ہی پر پڑ گئے۔ حمزہ کو اُن کے ڈھونڈھنے کیلئے بھیجا، وہ غریب ایک گھنٹہ گردش کے بعد پھر بے نیل مرام واپس آئے داروغہ صاحب کا کہیں پتہ نہیں، اب آتے ہیں نہ جب، نہ کنجی ملتی ہے نہ قفل کھلتا ہی راستہ والوں کے " مَنْ اَنْتَ مَنْ اَنْتَ (تم کون تم کون ہو) نے الگ ناک ہیں دم کر رکھا ہے۔ اندھیری رات تاریک گلی۔ روشنی کا کہیں نام نہیں، سردی سے اینٹھے ہوئے اپنی اپنی گٹھری سے تکیہ لگائے بھسکڑا مارے بیٹھے ہوئے ہیں آخر کب تک؟ بیھٹے پایا کہ

بستر کھول لو، اور یہیں سڑک پر آرام سے لیٹ جاؤ۔ جب ارادے کی پختگی اس حد تک پہنچ گئی۔ ساتھ ہی تاریک گلی میں تائید غیبی کے انوار نظر آنے لگے، یعنی اندھیرے میں کوئی سپید پوش ہماری طرف آتا ہوا معلوم ہوا، مگر ہم نے پہلی مایوسیوں کے مدنظر اس سے بھی منہ پھیر لیا۔ تاہم انھوں نے قریب آکر وہی راستہ والوں کا سا سوال (من انت) کیا۔ ہمنے کج ادائی سے "مسافر" کہدیا۔ پھر انہوں نے نام پوچھا، ہمنے یوں ہی منہ بنا کر، امجد کہدیا، نہ معلوم اس لفظ امجد میں کیا کشش تھی کہ جھٹ لپٹ گئے۔ اور فوراً گھر میں داخل ہو کر برآمدے کا قفل کھولا ہم کو اندر لے گئے۔ اپنا نام جعفر داغستانی بتایا، اپنی اتنی طویل غیر حاضری پر بہت شرمندگی ظاہر کی۔ برآمدے میں توشکیں بچھائی گئیں تکیے لگادیے گئے تھوڑی دیر کے بعد ہمارے مزور مولوی ابو سعود صاحب کھانیکا خوان ساتھ لیے ہوئے موجود ہوئے۔ بھوکے تو تھے ہی۔ کھائے اور وہ بھی حلق تک۔ آج پہلی مرتبہ مدینہ پاک کا پاک اور ٹھنڈا پانی نصیب ہوا تھوڑی تکلیف کے بعد کثیر راحت نصیب ہوئی۔ والحمد للہ رب العالمین

پڑھو دوستو:۔

کچھ وقت سے اک بیج شجر ہوتا ہے
کچھ روز میں اک قطرہ گہر ہوتا ہے
اے بندۂ ناصبور تیرا ہر کام
کچھ دیر سے ہوتا ہے مگر ہوتا ہے

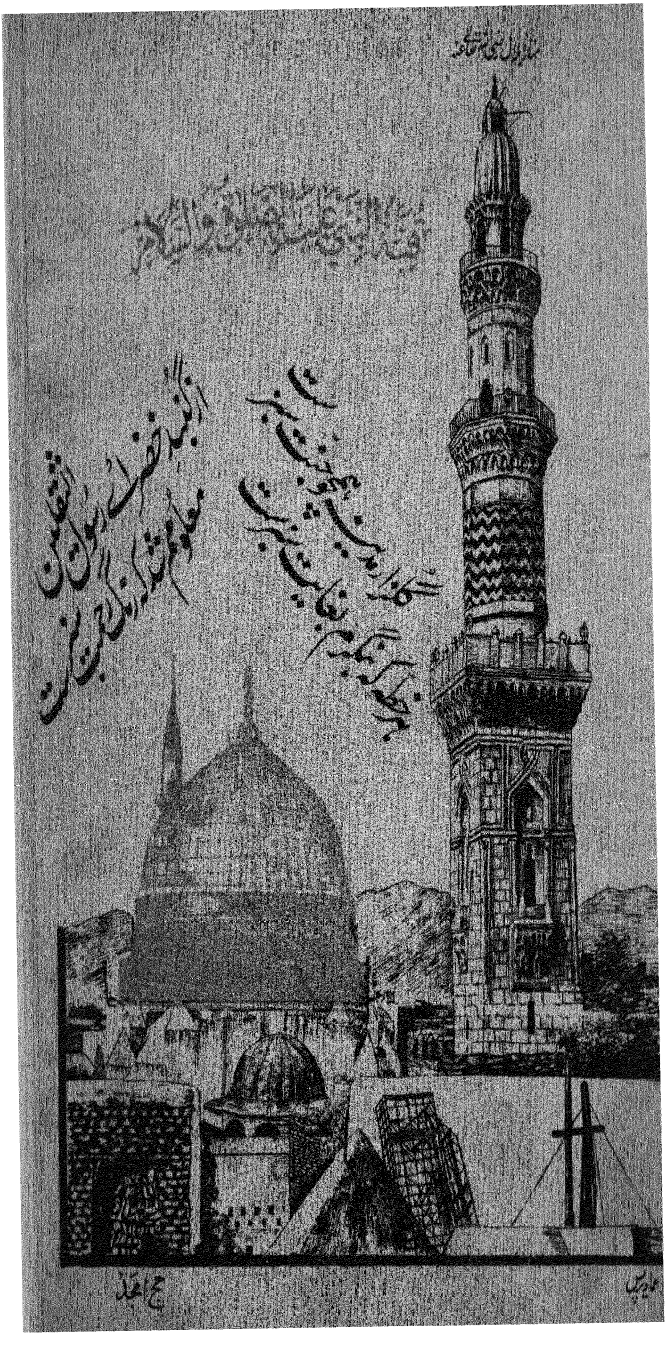

مینارۂ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قبۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
گنبد خضراے رسول الثقلین

دربار رسالت

چونکہ اس وقت رات زیادہ گزر چکی تھی ہماری آنکھوں کی طرح حرم پاک کے دروازے بھی بند ہو رہے تھے اس لئے دوسرے دن بوقت فجر روز جمعہ، مزوّر صاحب کے ہمراہ، باب الرحمۃ سے ہوتے ہوئے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔ الجمعۃ عید المومنین۔

جماعت کھڑی ہو چکی تھی جھٹ پٹ ہم بھی شریک ہو گئے۔ فرض کی طرح نماز ادا کر دی مزوّر صاحب نے کہا چلیے سلام کیلئے چلئے۔ سلام نام سے دم ہی نکل گیا۔ تمام جذبات سلب، خیالات کافور۔ کیفیات ماضی و حال غائب، جسم میں لرزہ، دماغ میں جھنجھناہٹ مزوّر صاحب ہاتھ پکڑے اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا کہتے ہوئے اسطرح کھینچ رہے ہیں جیسے کوئی سپاہی کسی سنگین مجرم کو شاہی دربار میں لے جاتا ہو، پاؤں

مسجد نبوی کی تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد نبوی کیساتھ ازواج مطہرات کے کمرے اور مہاجر و انصار کے مکانات بھی تھے، اس زمانہ میں مسجد اور حجرۂ شریف کی تعمیر کچی اینٹ کی اور چھت اور ستون کھجور کی لکڑی کے تھے (۱) ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ نے اسکو کچی اینٹوں سے بنوا کر مسجد میں بھی کسیقدر توسیع کر دی (۲) ۳۰ھ میں حضرت عثمانؓ نے اسکی توسیع فرما کر مسجد نہایت خوبصورت اور پختہ بنوا دی اس تعمیر میں آپ خود بھی کام کیا کرتے تھے (۳) ۸۸ھ میں عمر بن عبد العزیز نے ولید بن عبد الملک کے حکم سے مسجد نبوی کے اطراف کے مکانات اور ازواج مطہرہ کے حجرے بھی مسجد میں ملا کر طول دو سو گز عرض ۱۶۷ گز کر دیا (۴) ۱۶۱ھ میں خلیفہ مہدی نے اور توسیع کی (۵) ۲۰۲ھ میں مامون رشید نے اضافہ کیا (۶) اس دفعہ سلطان دوم عبد المجید خاں نے سات کروڑ کی لاگت سے مسجد اور روضۂ پاک کی از سر نو تعمیر کی اور تعمیر بھی ایسی جس کے دیکھنے سے عقل انسانی متحیر ہو جاتی ہے اسوقت مسجد شریف میں جو ممبر شریف ہے۔ اسکو سلطان روم مراد خاں نے ۹۹۸ھ میں بنوایا ہے ۱۲

مُن مَن بھر ہو گیا ہے نہ بھاگ سکتے ہیں نہ بڑھ سکتے ہیں آنکھیں کھلی ہوئی ہیں مگر نظر کچھ نہیں آتا، دل دہک دہک کر رہا ہے یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَار کی کیفیت ہے، دیکھئے کیا ہوتا ہے، دیکھئے کیا ہوتا ہے کا خیال دل سے بار بار ٹکرا رہا ہے۔ اسی طرح کشاں کشاں سر جھکائے گردن ڈالے دونوں ہاتھ سے دل سنبھالے صُفّہ کے رخ سے پائین اقدس تک پہنچ کر پاؤں پھر رُک گئے اب تو قدم بالکل نہیں اُٹھتا۔ جسم کا ہر حصہ اور ہر عصب کسی خوف اور ہیبت سے سکڑتا اور سنسناتا معلوم ہو رہا ہے۔ کپکپاتے ہاتوں سے پائین اقدس کی دیوار تھامے ہوئے کھڑا ہوں، سوچ رہا ہوں کہ مواجہہ شریف میں کیا صورت لیکر جاؤں پھر کسی نے آگے کی طرف ڈھکیلا، حتیٰ کہ مواجہہ شریف کے بالمقابل پہونچا دیا گیا۔ اب رگیں اور زیادہ زور کیساتھ کھینچنے لگیں۔ تمام اعضا شدت خوف سے تھرتھر کانپنے لگے، یہہ محسوس ہو رہا تھا کہ اب غش کھا کر گرا جاتا ہوں، طاقت دیدار رخصت ہو رہی ہے، نہ دنیا کی خبر، نہ مافیہا کی:-

گم ہیں خرد و حواس عنقا کی طرح دل ہو گیا صاف انکی کف پا کی طرح
گر نور خدا نہیں ہے جلوہ اُن کا پھر کیوں مجھے غش آگیا موسیٰ کی طرح

مزور صاحب کو ہمارے حال کی کیا خبر زور زور سے سلام پڑھا رہے ہیں، جیسے کوئی کسی کو گہری نیند سے جگاتا ہو، میں بھی اُن کی تقلید کرنا چاہتا ہوں، مگر آواز بھرائی ہوئی خوف اور رعب سے گلا بیٹھا ہوا نہ معلوم مزور صاحب کیا فرما رہے تھے۔ مگر میں بہت کوشش اور دل پر جبر

کر کے صرف اسقدر کہہ سکا :۔

میرے سرکار، میرے آقا، میرے حضور .... بس پھر خاموشی چھا گئی۔
پھر سنبھلکر عرض کیا۔ میرے سردار میرے بادشاہ، یارسول اللہ صلی اللہ علیک ..... پھر خاموش اب کیا عرض کروں۔ کل تک تو دل میں ہزاروں تمناؤں کا ہجوم، لاکھوں آرزوؤں کا محشر تھا۔ یہ کہوں گا وہ عرض کروں گا، یہ مانگوں گا وہ طلب کروں گا، کے سینکڑوں مسودے ذہن میں گھڑے ہوئے تھے، آج ایک بات بھی تو یاد نہیں نہیں معلوم بھول گیا، یا بھلا دیا گیا کہہ سکیں کہ کہنے کی طاقت ہی چھن گئی

ہوش و حواس کھو گئے سب انکے سامنے
کس کس طرح سے دید کی دل میں تھی آرزو
آنکھیں ہی بند ہو گئیں اب اُن کے سامنے

یکایک غیبی طاقت نے مدد فرمائی اور قرآن کریم کے آیات کریمہ جو خاص اسوقت کیلئے مخصوص معلوم ہو رہے تھے۔ بغیر قصد و ارادہ خاموش زبان پر جاری ہو گئے :۔

الف (یا رسول اللہ) قُل یٰعِبَادِیَ الَّذِینَ اَسرَفُوا عَلٰی اَنفُسِہِم لَا تَقنَطُوا مِن رَّحمَۃِ اللہِ اِنَّ اللہَ یَغفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعًا اِنَّہٗ ھُوَ الغَفُورُ الرَّحِیمُ ۝

ب (یا رسول اللہ) وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِینَ یُؤمِنُونَ بِاٰیٰتِنَا فَقُل سَلٰمٌ عَلَیکُم کَتَبَ رَبُّکُم عَلٰی نَفسِہِ الرَّحمَۃَ، اَنَّہٗ مَن عَمِلَ مِنکُم سُوۡۗءًا بِجَھَالَۃٍ ثُمَّ تَابَ مِن بَعدِہٖ وَاَصلَحَ فَاَنَّہٗ غَفُورٌ رَّحِیمٌ ۝

اِن آیاتِ قرآنی کے اثر سے، جسم میں طاقت، دل میں توانائی آگئی ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں، سنہری جالی پر نظر پڑی جالی کے پردے سے

کچھ حروف بنے ہوئے معلوم ہوئے غور سے دیکھا لکھا تھا۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَادِقُ الْوَعْدِ الْاَمِیْن

ان جملوں کی تاثیر اور جذب حقیقی نے مقدس جالی کے قریب تر کھینچ لیا دل پر کسی نے ٹھنڈا ہاتھ رکھدیا خوف کا اثر دل سے بالکل زائل ہوگیا۔ خوف کی تاریکی میں اُمید نے پھر اپنی چاند سی صورت دکھائی، گئے ہوئے حواس ایک ایک کرکے پھر جمع ہونے لگے اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَا کی ہو بہو تصویر آج آنکھوں سے دیکھ لی۔

اب تو ماہِ رسالت کی ٹھنڈی ٹھنڈی چاندنی دل و دماغ کی تاریکی دور کر رہی ہے۔ دریائے رحمت جوش و خروش کیساتھ خفتگان بخت کو چھینٹے دے دیکر جگا رہا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ہر طرف سے پیغامِ ہُو لا رہی ہے ہر جھونکے میں صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کی آواز آرہی ہے۔

اللہ اللہ "

محمد رسول اللہ عرش بریں پر جانیوالا، روحانیت کا شہنشاہِ اعظم اپنے طالبان دیدار کی تسکین کیلئے "بینامُ عینی ولا ینامُ قلبی" فرماتا ہوا، اب بھی اس مادی دنیا میں آرام فرما رہا ہے، گوش شنوا میں مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ کی آواز آرہی ہے عرب کا ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللّٰہُ مُعْطِیْ وَاَنَا الْقَاسِمُ کہہ کہہ کر، عرب و عجم میں دولت رحمت تقسیم کر رہا ہے۔

بقعہ نور سے چھن چھن کر نکلنے والی نور کی کرنیں مشتاقانِ جمال کے دیدۂ
ودل کو پر نور کر رہی ہیں، جالی شریف کا ہر حلقہ صاحبانِ بصیرت کے
حلقۂ چشم سے ہمچشمی کر رہا ہے۔

صف بستہ کھڑی ہوئی ہیں لاکھوں آنکھیں
قدموں میں گڑی ہوئی ہیں لاکھوں آنکھیں
حلقے جالی کے یہ نہیں ہیں خالی
ہر سمت جڑی ہوئی ہیں لاکھوں آنکھیں

میں آج اپنی تقدیر پر جس قدر ناز کروں کم ہے، اپنی ہستی پر جسقدر فخر کروں
بجا ہے۔

اسکی چوکھٹ یہ یہ سرفانی؟ چوموں کسطرح اپنی پیشانی

اب تک اپنے آپ میں کہا کرتا تھا۔

گردش کیوں کو بکو ہے معلوم نہیں
دل کی کیا آرزو ہے معلوم نہیں
جب دیکھئے جستجو میں سرگرداں ہوں
کس چیز کی جستجو ہے معلوم نہیں

الحمد للہ عمر کے اتنے منازل طے کرنیکے بعد آج معلوم ہوا کہ اب تک
کسی چیز کی جستجو تھی، طغیانی رودموسی میں تمام خاندان کے دریا برد ہونے
اور اپنے زندہ رہنے پر ہمیشہ کہا کرتا تھا۔ نہیں معلوم میں کیوں جی رہا ہوں
اور اب میری زندگی کا کیا مقصود ہے؟

الحمد للہ آج معلوم ہو گیا کہ میں اب تک کیوں زندہ رہا اور میری
زندگی کا کیا مقصود ہے۔

الحمد للہ ——— آج دل نے اپنے دل کی مراد حاصل کرلی۔
الحمد للہ ——— آج مادی آنکھوں نے بغیر کسی شک وشبہ کے یقین کیسا کما ترون القمر، نورِ الٰہی کو دیکھ لیا۔

صورت تری تک رہی ہیں مری آنکھیں   جلوے سے چمک رہی ہیں میری آنکھیں
تیرے چہرے پہ میری آنکھوں کی نظر   آنکھوں میں کھٹک رہی ہیں میری آنکھیں

کس پیار سے ارشاد ہوتا ہے :۔

مانگ کیا مانگتا ہے

بَابِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ اللہ اللہ، مجھ سا بدکاری اور تم سا دینے والا۔ اللہ دے، اور بندہ لے، پھر مانگنے میں کیا دیر ہے؟
پہلے تو تبرکاً وہیں کے فقیروں کے الفاظ میں سوال کرتا ہوں۔

یارب یا کریم، یا ربنا کریم

محتاج کو دلا، یا ربنا کریم   سُن اُس کا مدعا یا ربنا کریم
پھر پھر کے در بدر ٹھوکرے کھکر   آیا ترا گدا یا ربنا کریم
بحرِ کرم ترا کیوں جوش میں آئے   سائل کی ہے صدا یا ربنا کریم
دستِ ہوس میں دے اک پارۂ غنا   ہوں طالب رضا یا ربنا کریم
امجدؔ کو ہے یقیں کچھ لیکے جائیگا   جب یاں تک آگیا یا ربنا کریم
تجھ سے کروں طلب کس چیز کی میں اب
جب تو ہی مل گیا یا ربنا کریم

بھرا ہے دل میں شوق ہم کلامی مٹا دے اچھے ساقی تشنہ کامی
پہن کر فخر سے تاج غلامی عراقی، مصری و رومی شامی
کھڑے ہیں دیر سے در پر سلامی
فقم قُم یاحبیبی کم تنامی

خدارا مرنے والوں کو جلادے رِدائے پاک چہرے سے ہٹادے
تجلی رخ انور دکھا دے حواس و ہوش پر بجلی گرادے
مٹا دے سب ہمارے دل کی خامی
فقم قُم یاحبیبی کم تنامی

برائے خاطر اصحاب برخیز بہ تسکین دلِ بے تاب برخیز
زخواب اے نرگس سیراب برخیز چو نرگس، خواب چند، از خواب برخیز
بدہ جاں درتن از نازک خرامی
فقم قُم یاحبیبی کم تنامی

ہر اک سو نفسی نفسی کی صدا ہے یفر المرءُ کا نقشہ کھنچا ہے
قیامت خیز ہنگامہ بپا ہے حضورؐ اُٹھنے کا وقت اب آگیا ہے
ہے دنیا میں بڑی بے انتظامی
فقم قُم یاحبیبی کم تنامی

کہاں ہم، اور کہاں اُن کا نظارا نہیں ہے اس قدر یارا ہمارا
جگانا اُن کو حصہ ہے تمھارا بلالؓ اک بار کہدو تم خدارا
تمہیں کہدو بہ انداز غلامی
فقم قُم یاحبیبی کم تنامی

تجھے سوتے میں بھی سب کچھ خبر ہے — ترے قدموں میں دو عالم کا سر ہے
تجھے سب کی خبر شام و سحر ہے — جو کچھ ہے سب ترے پیشِ نظر ہے
اگرچہ بند ہیں آنکھیں تو کیا ہے
ترا دل تو ہمیشہ جاگتا ہے

پڑا ہوں دیکھ تیری رہگذر میں — محبت کا تری سودا ہے سر میں
مجھے اک تیرا در ہے بحر و بر میں — ہے اب تو، تو ہی تو، میری نظر میں
مواجہ اب ترا پیشِ نظر ہے
نہ جانوں سمت قبلہ کی کدھر ہے

بہت شام و سحر میں نے پکارا — خدایا از تو خواہم مصطفےٰ را
ملا اب بحرِ رحمت کا کنارا — سناؤں گا اب اپنا حال سارا
نہ بیٹھے گا ترا گستاخ ادب سے
کوئی ڈرتا ہے رحمت کے غضب سے؟

تجھے سب علم ہے پھر بھی کہوں گا — میں خود بھی عرض حال اپنا کروں گا
ادب کی دور باش اب پھر سنوں گا — تو جب سنتا ہے میں کیوں چپ رہوں گا
ذرا ہم سے ہمارا حال سن لے
کہ ہم کیسے ہیں بد اعمال سن لے

حسد اور کبر سے معمور ہیں ہم — صداقت سے بہت ہی دور ہیں ہم
شرابِ کبر سے مخمور ہیں ہم — حماقت کے نشہ میں چور ہیں ہم

بہت کھوئے بہت کچھ کھو رہے ہیں
قیامت آ گئی ہم سو رہے ہیں

کمالِ پختگی میں خام ہیں ہم — کہ نیک آغاز بد انجام ہیں ہم
بہت شرمندۂ اسلام ہیں ہم — جہاں میں ہر جگہ بدنام ہیں ہم

بڑھی جاتی ہے ہر دم روسیاہی
تباہی ہے تباہی ہے تباہی

تباہی کی بھی کوئی انتہا ہے — کہ ایماں ہی ہمارا لُٹ گیا ہے
حسد ہے، کبر ہے بغض و ریا ہے — ہماری زندگی سب سے جدا ہے

ہر اک ہنستا ہے اور ہم رُو رہے ہیں
جہاں بیدار ہے، ہم سو رہے ہیں

غضب ہے مسلم افگن ہیں مسلماں — دلِ مسلم میں سوزن ہیں مسلماں
مسلمانوں سے بدظن ہیں مسلماں — مسلمانوں کے دشمن ہیں مسلماں

بہت اسلام کا دم بھر رہے ہیں
مسلمانوں کو کافر کر رہے ہیں

زمانے بھر میں چرچا علم کا ہے — ہر ابجد خواں فلاطوں بن گیا ہے
نئی راہیں ہیں اور شک رہنما ہے — خدا کو سائنس نے رد کر دیا ہے

ترقی کا عجب غل ہو رہا ہے
کہ ایماں کا تنزل ہو رہا ہے

عجب مذہب کی حالت آجکل ہے — نئی شاخوں میں ہر دم تازہ پھل ہے

صلوٰۃ و صوم لاحاصل عمل ہے　　زبانِ حال میں، حج نے محل ہے
زکوٰۃ اک موجب اسراف ہے آج
رباخواری کا فتویٰ صاف ہے آج

مسلمانوں سے گو عالم بھرا ہے　　مگر اسلام، ہر جا کیمیا ہے
مسلمانوں کا اب مذہب جدا ہے　　ہر اک کے پاس اک کافر بنا ہے
نئے مذہب ہزاروں اُٹھ کھڑے ہیں
دلِ توحید میں رخنے پڑے ہیں

نمایش ہیں کچھ اصلیت نہیں ہے　　حسیں صورت ہیں کچھ سیرت نہیں ہے
بنے تھے جس پہ، وہ فطرت نہیں ہے　　حکومت کی بھی اہلیت نہیں ہے
جہاں کرسی ملی، فرعون ہیں ہم
سمجھتے ہی نہیں پھر کون ہیں ہم

کروڑ انساں میں اک انساں تو ہوتا　　مسلمانوں میں اک مسلماں تو ہوتا
سنبھلنے کا کوئی ساماں تو ہوتا　　سرو ساماں نہیں ایماں تو ہوتا
کوئی بجلی اگر ہم خود ہیں پاتے
چراغاں دیکھنے کیوں گھر سے جاتے

نہیں غم گر سرو ساماں نہیں ہے　　نہیں غم گر دلِ شاداں نہیں ہے
نہیں گر نفع، کچھ نقصاں نہیں ہے　　غم اس کا ہے کہ اب ایماں نہیں ہے
یقیں کے زخم پر ہے شک کا پھاہا
ہے اِلّا اللہ کی جا لا اِلٰہ

نہیں پروا جو دولت بھی نہیں ہے ہماری قدر و قیمت بھی نہیں ہے
نہیں غم، گر حکومت بھی نہیں ہے ہمیں اس کی ضرورت بھی نہیں ہے
جو کچھ باقی ہے یہہ بھی ہم سے لیلے
مگر سب لیکے اک ایمان دیدے

کسی کو بھیجدے یا تو ہی آجا مسلمانوں کو پھر رستہ دکھا جا
سبق لَاتَحْزَنُوا کا پھر سُنا جا ذرا پھر کام کا ہم کو بنا جا
مُسلماں اب برائے نام ہیں ہم
بغیر رُوح، صرف اجسام ہیں ہم
کہاں تک اپنا افسانہ سناؤں کہاں تک حال جانفرسا سناؤں
کہاں تک، اے مرے آقا سناؤں سناؤں کب تک اور کیا کیا سُناؤں
بہت ہیں سنئے یہہ بالکل مختصر ہے
بھڑکتی آگ کا یہہ اک شرر ہے

بھڑکتی آگ فتنوں کی بجھادے ہمارے بختِ خفتہ پھر جگادے
صراطِ مستقیم اب پھر دکھادے بہادے فیض کا دریا بہادے
دلادے اے سخی داتا دلادے
خدا کے نام اے نور خدا دے
جگر میں درد دل میں بےکلی ہے اجل سے ملتی جلتی زندگی ہے
غریبوں کی بہت حالت بُری ہے ہر اچھی چیز ہم سے چھن گئی ہے

دلا دے اے سخی داتا دلا دے
خدا کے نام اے نورِ خدا دے

گدا میں ہوں تو شاہِ دوسرا ہے   ترے در پر فقیرانہ صدا ہے
فقیرِ بے نوا کب سے کھڑا ہے   مرے آقا عطا میں دیر کیا ہے

دلا دے اے سخی داتا دلا دے
خدا کے نام اے نورِ خدا دے

بحقِ تشنگانِ کربلا دے   شہیدانِ اُحد کا واسطہ دے
بحقِ ستّنا خیر النسا، دے   تصدق اپنی آل پاک کا دے

دلا دے اے سخی داتا دلا دے
خدا کے نام اے نورِ خدا دے

فقیروں کو سرِ صدق و صفا دے   امیروں کو طلب سے بھی سوا دے
جہاں کے دردمندوں کو شفا دے   مجھے بس اک دلِ درد آشنا دے

دلا دے اے سخی داتا دلا دے
خدا کے نام اے نورِ خدا دے

اُٹھا دے دیدۂ امجدؔ سے پردے   مجھے ہر وقت دیکھوں وہ نظر دے
صدائے سائلانہ میں اثر دے   مسلمانوں کے دل میں نور بھر دے

دلا دے اے سخی داتا دلا دے
خدا کے نام اے نورِ خدا دے

غرض نثر میں عرض حال کر کے گھر آیا (نظم میں جسکی تکمیل بعد میں کی گئی) دل کی بھڑکتی آگ میں بہت کچھ کمی ہو گئی۔ بہت خوش تھا کہ :-

کل نہ معلوم کیا نہ ہو کیا ہوا
آج سب حال دل سنا ہی دیا
نہ کیا نازک انگلیوں کا خیال
ایک ایک کر کے سب گنا ہی دیا

الحمدُ لِلّٰہ آج اپنی طرف سے عزیزوں کی طرف سے، دوستوں کی طرف سے، مسلمانوں کی طرف سے زندوں کی طرف سے، مُردوں کی طرف سے اُس زندۂ جاوید حضرت میں، عاجزانہ، غلامانہ، نیازمندانہ سلام و پیام پہونچا دیا۔

الحمدُ لِلّٰہ الّذی ھدانا الیٰ صراطٍ مستقیم

ہماری نظم سنکر ہماری سلمیٰ کے سمند محبت پر بھی ایک تازیانہ پڑ گیا اُس نے بھی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائی اور دوسرے ہی دن جب ذیل نظم سنائی :-

حج امجد

یاایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا

راحت ہر دل قم قم قم قم
شمع محفل قم قم قم قم
خلق میں شامل قم قم قم
حق سے واصل قم قم قم قم

یا مزمل قم قم قم

حق کے اجالے قم قم قم
نازوں کے پالے قم قم قم قم
سونے والے قم قم قم
ہم کو جگالے قم قم قم قم

یا مزمل قم قم قم

میرے خانۂ دل کے اجالے
نصف اللیل کو اٹھنے والے
مردہ دلوں کو پھر سے جالے
رخ سے ردائے پاک ہٹالے

یا مزمل قم قم قم

خواب ہے گو آنکھوں پر طاری
چلتی ہے پلکوں کی کٹاری
نیند بھی تیری ہے بیداری
سونے والے تجھ پہ میں واری

یا مزمل قم قم قم

میری دونوں آنکھوں کے تارے
تن سے من سے پران سے پیارے
ماری ماری پھر کر بارے
آئی ہے داسی تیرے دوارے

یا مزمل قم قم قم

طے کیا میں نے رستہ کیسا
پھاند کر آئی دریا کیسا
اب سلمیٰ سے چھپنا کیسا
اپنی کنیز سے پردہ کیسا

یا مزمل قم قم قم

میں اور تجھ کو جگاؤں توبہ — لونڈی کا بھی یہہ بل ہوتا؟
دیکھ لے مزمل کا سورہ — ہے کوئی اور بھی کہنے والا
یا مزمل قسم قم قم قسم

زیارت سیدنا حمزہ و شہدائے اُحد رضی اللہ عنہم

دوسرے دن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (جو جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تھے) کے مزار شریف پر حاضری کا شرف حاصل ہوا یہہ مزار شریف ایک ٹیلے پر واقع ہے۔ جتنے مزارات ہم نے اب تک دیکھے ہیں اُن سب میں یہہ زیادہ مستحکم معلوم ہوتا ہے، اِس مزار شریف سے چند قدم آگے شہیدانِ اُحد کا گنج شہیدان ایک حصار میں گھرا ہوا ہے جس کا دروازہ دورِ حالیہ میں بند کر دیا گیا ہے صرف حصار کے باہر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ لی جاتی ہے،

اِس حصار کے قریب ایک چشمہ عین السنا یا بہہ رہا ہے۔
چشمہ کیا ہے، رحمتِ الٰہی کا مخزن معلوم ہوتا ہے۔ نہیں معلوم ہوتا کہ یہہ موتی کی طرح صاف شفاف پانی ہے یا ماہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم)

ؔ اسکو عین السنایا اسلئے کہتے ہیں کہ اس چشمہ کے قریب ہی بحر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک (جو جنگِ احد میں شہید ہوئے تھے) دفن ہیں جنکے تحفظ کیلئے ترکوں نے ان پر ایک عالیشان گنبد بنایا تھا۔ مگر حکومت حالیہ نے اپنی حکومت کی ترنگ میں شہید شدہ دندان مبارک کے گنبد کو بھی شہید کر دیا، واہ کیا کہنا ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

کے دندان مبارک (جو قریب ہی ہیں دفن ہیں جنکی روشنی سے اندھیری رات میں کھوئی ہوئی سوئی مل جاتی تھی) کا عکس پڑ رہا ہے۔ چشمہ میں ہر طرف چھوٹی بڑی مچھلیاں بفکر بچوں کی طرح اچھلتی کودتی تیر رہی ہیں پانی کے صفائی پر ان کے ننھے دلوں میں بھی ہر وقت اک نئی لہر دوڑتی نظر آتی ہے۔

ہر چند این آب اندرون خاک ست لیکن در رتبہ ہمسر افلاک ست
از پرتو دندان مبارک امجد این چشمہ چو دندان مبارک پاک ست

ہم اور حسن حسینی اس چشمہ میں خوب نہائے، خوب غوطے لگائے رُوحانی جسمانی پاکی کی دعا کرتے ہوئے تمام جسم خوب مل دل کر دھویا۔

اس چشمہ سے آگے ٹوٹا ہوا قبہ الثنایا ہے شکستہ پتھروں کے تودے اب بھی اسیطرح پڑے ہوئے ہیں، کوئی ان آثار مبارک کو کہاں تک مٹا سکتا ہے۔ مٹاتے مٹاتے خود بھی مٹ جائے مگر موجود کبھی معدوم محض نہیں ہو سکتا اور نہ معدوم محض موجود ہو سکتا ہے۔

مَاشَاءَ اللہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاءْ لَمْ یَکُنْ

قبۃ الثنایا کے پاس ہی سرخ رنگ جبل احد ہے، جس کے میدان میں رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کفار عرب کیساتھ جنگ فرمائی تھی۔ اس جنگ میں ستر جلیل القدر صحابہ شہید ہوئے تھے۔

اس پہاڑ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

جبل احد جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ یہ ہم کو دوست رکھتا ہے ہم اسکو دوست رکھتے ہیں اسی پہاڑ کی کچھ بلندی پر وہ غار بھی ہے جہاں ابن سحاب اور عتبہ کے پتھروں سے زخمی ہوکر آپ گر گئے تھے،
ہم بھی بہت دیر تک اس جبل جنت کو دیکھتے رہے پھر پہاڑ پر چڑھ کر اس غار کی بھی زیارت کی۔ اس غار میں ایک شخص کے رہنے کی کافی گنجائش ہے اور مسلمانہ زندگی کا پورا سامان موجود ہے غذا کے لئے لوز النبی پہاڑ پر ہر جگہ موجود ہے۔ پینے کے لئے پہاڑ کے نیچے عین السنا یا بہہ رہا ہے۔ غار کی بلندی سے صاحب غار صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اقدس صاف طور پر نظر آتا ہے۔ غرض موفق من اللہ کے رہنے سہنے۔ کھانے پینے۔ دیکھنے بھالنے۔ کا پورا سامان موجود ہے۔

اُحد کے کوہ پر ہر وقت بارانِ مسرت ہے،
اِدھر عین السنا یا ہے اُدھر دریائے رحمت ہے،

مسجد قبا

یہاں کی زیارتوں سے فارغ ہوکر پھر شہر ہی سے ہوتے ہوئے تقریباً ایک گھنٹے میں مسجد قبا پہنچ گئے۔ یہاں بھی مسجد کے باہر ایک بڑا

ھ لوز النبی ایک گول دھاری دار پتہ ہوتا ہے جس میں بلا شبہ بادام کا ذائقہ ملتا ہے۔ سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو تناول فرمایا تھا۔ اسی لئے اس کا نام لوز النبی ہو گیا ہے ہم نے بھی ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر یہ پتے بہت کھائے اور کچھ ساتھ بھی لیتے آئے۔

چشمہ ہے جس کے ذریعہ کھیتوں اور نخلستانوں کو پانی دیا جاتا ہے یہاں مہندی کثرت سے ہے جو اپنی رنگینی میں مشہور ہے

ہم اس چشمہ میں تازہ وضو کر کے مسجد قبا میں داخل ہوئے۔ یہ وہ مسجد ہے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ بُنْیَانُہٗ عَلَی التَّقْوٰی جس کا بنیادی پتھر ہے اس مسجد میں اس مذکورہ آیت کا مقام نزول بھی اب تک محفوظ ہے۔

یہ وہ مسجد ہے، جو بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابتداءً اپنے مبارک ہاتھوں سے اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ وَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُھَاجِرَۃِ فرماتے ہوئے تعمیر فرمائی۔ یہ وہ مسجد ہے جہاں مکے سے آئے ہوا شہسوار رسالت کی اونٹنی کے بیٹھنے کا مقام بھی اب تک محفوظ ہے، یہ وہ مسجد ہے جہاں سے صاحب مازاغ البصر صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلی آنکھوں سے کعبہ کا مشاہدہ فرمایا یہ مقام طاقت الکشف کے نام سے اب بھی محفوظ ہے

یہ وہ مسجد ہے۔ جہاں دو رکعت نماز نفل ایک عمرہ کا اجر رکھتی ہے یہ وہ مسجد ہے جسکی ایک ایک اینٹ اسلام کی ابتدائی تاریخ کا ایک محبت آمیز ورق نظر آتا ہے یہ وہ آثار ہیں کہ مسلمانہ دل رکھنے والے پر بغیر اثر کئے نہیں رہ سکتے۔ ان کو دیکھکر بے اختیار جی بھر آتا ہے، اور ہر وقت دل سے یہی خیال ٹکراتا ہے۔

الغطمۃ للہ، من وپائے تو بوسم ‌ ‌ تو نور خدا ہستی و من بندہ ناپاک
آنجا رو م و گریہ کناں خاک تو بوسم ‌ ‌ آنجا کہ تو روزے نفسے جائے گرفتی

اس مسجد میں دو رکعت نفل نماز پڑھ کر پھر نماز فرض (عصر) کیلئے کھڑے ہوئے۔

مزدور صاحب کا بھلا ہو، امامت کے لئے امجد کے نام قرعہ ڈالدیا، امجد کا بھلا ہو محراب مسجد میں کھڑا ہوا اللہ اکبر کہہ کر سوچ رہا ہے۔ اللہ اکبر یہ وہ مقام اکبر ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی تھی۔ جی تو چاہتا تھا کہ پیچھے ہٹ جاؤں۔ قدموں کی جگہ کو سجدہ گاہ بناؤں۔ مگر کر کیا سکتا۔ نماز میں ہوں اور وہ بھی امام ہوں۔ پیچھے مقتدی کھڑے ہیں۔ آخر بسم اللہ علیٰ ملۃ رسول اللہ کے سہارے جوں توں نماز ختم کی۔ دُعا کے بعد باہر آئے۔ باہر آکر دیکھا ایک سرے سے ہم سب کی جوتیاں غائب ہیں۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ دو دو تین تین بچوں نے ایک ایک جوتی پر قبضہ جما رکھا ہے۔ حفاظت کا حق جتا کر کچھ وصول کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے باہر آنیکی دیر تھی کہ ایک ساتھ سب کے ٹوٹ پڑے۔ ہم تین آدمیوں کو چار طرف سے گھیر لیا۔

اَبُوئی اَبُوئی کی آواز کے سوا دوسری بات سمجھ میں ہی نہیں آتی تھی۔

خدا کا احسان کہ ہماری جیبیں بھی قرص و ہلل سے بھری ہوئی تھیں برابر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ مگر بچوں کی شرارت کا کیا ٹھکانہ۔ مجھسے لیتے ہیں پھر حسن حسینی کی طرف لپکتے ہیں حسن حسینی سے لیتے ہیں پھر مجھسے مانگتے ہیں، پیسے لیتے ہیں، منہ میں ڈال لیتے ہیں۔ منہ پیسوں سے منہا منہ بھرا ہوا ہے مگر چھوٹے بچوں کا جی تو نہیں بھرتا۔

ایک حبشی بچے نے میری بند مٹھی پکڑ کر کھولنے کی بہت کوشش کی جب مٹھی کسیطرح نہ کھل سکی اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے کام لیکر ہاتھ زخمی کر دیا

اچھے بچے خدا تجھے اچھا رکھے۔ ذرا ان ناخنوں سے میرے دل کی گرہ بھی کھولدے۔ پرانے مدینے کے جنگل کے شیر! اپنے تیز نشتروں سے ایک زخم اس پر بھی لگا دے۔

دل ساتھ چلا اُس کے جگر نے کہا میں بھی
تن ہو گیا پامال تو سر نے کہا میں بھی

مغرب کے قریب وہاں سے واپس ہوئے۔ آدھ گھنٹے میں مکان پہنچ گئے۔

جنۃ البقیع

تیسرے دن جنت البقیع کی حاضری ہوئی یہاں بھی دروازہ پر پہرہ مقرر ہے۔ پہرے والوں کی خدمت میں خوشامدانہ اہلاً وسہلاً کہتے ہوئے احاطۂ جنت البقیع میں داخل ہوئے۔ صحابۂ کرام، اہل بیت اطہار امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے تمام مزارات پر سلام عرض کیا۔ سیدہ حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے مزار پاک کی کشش نے خاص طور پر کچھ دیر کیلئے روک رکھا۔

سبحان اللہ وبحمدہ عجب مزار ہے۔ اب بھی اس مزار پاک سے امت مرحومہ کے بچوں کیلئے دودھ کی طرح محبت کی دھاریں نکل رہی ہیں۔ سب مزاروں کے بعد اہل بیت اور سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہم کے مزار پاک پر حاضری ہوئی سیدۂ پاک کی قبر شکستہ کو دیکھکر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اب تک بہت سے شکستہ مزار دیکھے مگر اس مزار شریف کی شکستگی اور دور حالیہ کی

دست درازی کو دیکھکر ضبط نہو سکا۔ شدتِ غم سے کلیجہ پھٹ گیا۔ سیدہ پاک کی زندگی کے تمام مصائب (جنکے متعلق خود آپ نے ارشاد فرمایا ہے

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

خانگی زندگی کے تکالیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم بعدِ رحلت سیدنا حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ماتم ایک ایک کرکے سب یاد آتے گئے۔ بے اختیار جی بھر آیا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

یہہ تربت پاک بنت شاہِ لولاک گوش شنوا سے حالِ دل کہتی ہے
مرقد کی شکستگی سے آتی ہے صدا یاں سیدہ شکستہ دل رہتی ہے

بہت دیر تک کھڑے ہوئے۔ حسرت وہاں سے قبر شریف کو دیکھتے رہے زندگی میں راحت نہ ملی۔ رحلت کے بعد بھی دورِ حالیہ نے گوشۂ قبر میں عافیت سے سونے نہ دیا۔ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا۔

سیدہ بیشک تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورِ نظر۔ سالار کونین کی سچی دختر ہو۔ یہہ مصیبتیں تو تم کو وراثت میں ملی ہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری طرح کسی اور نبی پر مصیبتیں نازل نہیں ہوئیں تم اسی مصیبت اٹھانے والے باپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی ہو۔

اللہ تعالیٰ تم پر اور تمھاری اولاد پر ہزار ہزار درود وسلام نازل کرے

سیدہ! اگرچہ تم شکستہ دل ہو، تمھارے دل میں ہزاروں گھرے سے گھرے زخم پڑے ہیں مگر تم اُمتِ مرحومہ کے زخمِ دل کا بھی علاج کر سکتی ہو

تمہارے ایک اشارے سے ہماری ہزاروں مصیبتیں دفع ہو سکتی ہیں۔
سیدہ! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نور نظر، ای سید الشہدا کی ماں، اے سید سجاد کی دادی، اپنے باپ کا صدقہ پیارے بیٹے کا صدقہ بیمار پوتے کا صدقہ اپنی اُمت کے تباہ حال بچوں پر رحم فرما۔ ہم مسلمانوں کے مسلمان ہونیکی دُعا کر۔ ہم موت سے مٹ جانیوالی زندگی کے خواہاں نہیں ہیں ہم کو حیاتِ جاوید عطا کر۔ ایام ماضیہ بُرے بھلے کسی طرح گزر گئے جو کچھ ہیں وہ بھی گزر رہے ہیں، دعا فرما کہ ہمارا مستقبل محمود ہو، ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ہمارا نصب العین ہو۔

اے بازوئے شیر خدا یاستنا یاستنا
اے ثانی خیر الوریٰ یاستنا یاستنا

اے شمع بیت مرتضیٰ اے نور نور کبریا
چشم و چراغ مصطفےٰ یاستنا یاستنا

کیا کیا نہ تکلیفیں سہیں ہر حال میں راضی رہیں
راضی رہے تم سے خدا یاستنا یاستنا

ہم سب پریشاں حال ہیں بیحال ہیں پامال ہیں
کیجے مدد بہر خدا یاستنا یاستنا

اللہ کے دربار میں سرکار کی سرکار میں
کیجیے سفارش اک ذرا یاستنا یاستنا

زہد و قناعت اتقا تفویض تسلیم و رضا
حق نے تمھیں کیا کیا دیا یاستنا یاستنا

اس مخزن توحید سے اس دولت جاوید سے
کچھ تو کیجے ہم کو بھی عطا یاستنا یاستنا

دیکر تمھارا واسطہ کرتا ہے اب امجد دُعا
تم بھی کہو آمین ذرا یاستنا یاستنا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

غرض سلام و فاتحہ پڑھ کر، حال دل سنا کر واپس ہوئے، چلتے وقت اِنّکم سابقون وانا انشاء اللہ بکم لاحقون میں عجب مسرت اور لذت حاصل ہوئی۔ ہوتے ہوتے اس جملہ مذکور میں اس قدر ذوق ملنے لگا کہ جب کبھی جنت البقیع میں حاضر ہوتا۔ سلام و فاتحہ پڑھوں یا نہ پڑھوں۔ مگر صاحب قبر سے مخاطب ہو کر انا انشاء اللہ بکم لاحقون ضرور کہتا۔ خدا کرے کہ یہہ آرزو پوری ہو

طیبہ کی خاک پاک سے دست شہ لولاک سے
ملجائے ہمکو اے خدا دو گز زمین دو گز کفن

مدینہ منورہ میں ہماری زندگی

خدا کے فضل و کرم سے، ہر دن مبارک اور ہر اک دن سعید ہے گھر میں سالن پکا لیتے بازار سے روٹی خرید لیتے، دو وقت کھا کر حرم پاک کے صحن میں ریت پر بیٹھے ہوئے گنبد مبارک کو دیکھا کرتے یہی مشغلہ تھا یہی عبادت تھی۔

گلزار مدینہ ہمچو جنت سبز است
ہر خطہ کہ بنگرم بغایت سبز است
از گنبد خضرائے رسول الثقلین
معلوم شد کہ رنگ رحمت سبز است

کونین کا راز اس میں سربستہ ہے
یہہ مرہم زنگار دل خستہ ہے
یہہ گنبد پاک مادی دنیا میں
فردوس بریں کا سبز گلدستہ ہے

نماز بھی اکثر ذوقبلتین ہوا کرتی۔ کبھی صفہ پر اغواط کیساتھ شریک ہو جاتے

کبھی صفہ کے پیچھے نماز پڑھتے ابتدا میں تو نماز اسیطرح ذوقبلتین پڑھا کرتا لیکن بعد میں مسجد نبوی کے ہر گوشہ میں نماز نفل کی نیت سے اس امید میں سجدے کیا کرتا کہ کہیں تو اس وسیع حرم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم مبارک رکھا ہوگا کہیں تو اس پاک قدم کے نقش سے اس گناہگار کی پیشانی مس ہو جائیگی اور اس کی امید زیادہ تر اس دروازے کے چوکھٹ کے نیچے ہوتی تھی۔ جس سے حضور نماز کیلئے مسجد میں تشریف لاتے تھے بعض اوقات برائے نام نفل کی نیت کرکے واجبی واجبی قیام و رکوع کے بعد بہت دیر تک اسی جگہ سجدے کے بہانے پیشانی رگڑا کرتا۔ دوسر سلام پر گردن پھر سیدھی طرف پلٹنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کا عقدۂ لاینحل اسی جگہ حل ہوتا ہوا معلوم ہوتا تھا

ملا ہے عمر بھر میں ایک ہی تو وقت قسمت سے — مرے ارمان بھرے دل کا ہر اک ارماں نکلنے دے
وہ ہیں آرام میں اور روئے انور میری جانب ہے — خداوندا زمانے کو نہ اب کروٹ بدلنے دے

کبھی روضۃ من ریاض الجنۃ میں بیٹھکر حجرۂ مبارک کی طرف رخ کئے ہوئے قرآن کریم پڑھا کرتا لاکھ دو لاکھ کی جماعت کیساتھ نماز کا لطف کعبے میں اور قرآن خوانی کا لطف قرآن لانے والے کے سامنے بیٹھکر پڑھنے میں جو مجھے نصیب ہوا ہے اسکی مثال میری زندگی کی تمام نمازوں اور عمر بھر کی قرآن خوانیوں میں کبھی نہیں ملسکتی :-

پڑھوں کس کو کدھر دیکھوں، دل گم گشتہ حیراں ہے
بغل میں ایک قرآں ہے، مقابل ایک قرآں ہے

اِدھر یٰسین، اُدھر یٰسین، اِدھر طٰہٰ اُدھر طٰہٰ
اِدھر بھی نور کی سورت اُدھر بھی نور یزداں ہے
اِدھر حرف خطاب اور اُس طرف اسکا مخاطب ہے
اِدھر الفاظ قرآن ہیں اُدھر معنی قرآں ہے
لگاؤں کس کو آنکھوں سے جگہ دوں کسکو سینے میں
اِدھر قرآں اُدھر ایماں اِدھر دل ہے اُدھر جاں ہے

کچھ دن بابین مبارک کی طرف بھی زیادہ بیٹھا کرتا تھا۔ مواجہ شریف میں کھڑے ہونیکے سوا بیٹھنے کی کبھی ہمت نہوئی صرف فرض نمازوں کے بعد سلام کیلئے مواجہ شریف میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ فاتحہ کیلئے مواجہ شریف میں ہاتھ اُٹھانیکی ممانعت بھی۔ کئی زائرین نے اس مسئلہ میں بہت تکلیفیں اٹھائیں ہاتھ اٹھانے کیلئے مواجہ شریف کی طرف پیٹھ پھیر کر قبلہ کی طرف رُخ کرنا ضرور تھا ورنہ ضدی بچوں کی تنبیہ کیلئے بے درد استادوں کے ہاتھ میں درہ اخلیاب (بید) تو ہر وقت موجود رہتا ہے

تعظیم رسول اللہ ہی ظلم عظیم اینجا
الصاق رسالت سے توحید موحد نے
کیا فاتحہ پڑھتا ہوں اس عالم وحشت میں
رخ قبلہ کیجانب ہے دل سوئے محمد ہے

بیٹک بندی

ایک دفعہ مدینہ طیبہ میں مجلس عقد میں حضرت شیخ سنوسی سے بھی ملاقات ہوئی۔ حضرت شیخ انسان نما فرشتے ہیں۔ بطون کا نور پردہ ظہور سے چھن رہا ہے۔ مادیت کے رگ و ریشہ سے روحانیت ٹیک رہی ہے

ہر بات پر سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے ہیں، اِن کی نورانی صورت دیکھنے والا بھی بغیر سبحان اللہ کہے نہیں رہ سکتا۔

جب میں نے کہا سبحان اللہ　　اللہ نے خود بھی فرمایا
کیا خوب کہا کیا خوب کہا　　سبحان اللہ سبحان اللہ

ہم مجلس میں جتنی دیر بیٹھے رہے۔ صورت دیکھتے ہوئے سبحان اللہ باتیں سنتے ہوئے سبحان اللہ کہتے رہے۔ باوجود اس عظمت و شان کے حضرت شیخ کی سادگی، خوش اخلاقی، خوش مذاقی تعجب انگیز، حیرت خیز ہے جلسۂ عقد میں ایسے محترم بزرگ کا مصری باداموں پر بچوں کی طرح ٹوٹ کر گرنا اور اِدھر اُدھر سے سمیٹ کر اپنے سامنے رکھ لینا ایک ایسا واقعہ تھا جس نے بغیر کسی کرامت کے تمام حضار مجلس کو مبہوت کر دیا ایسے جلیل القدر رفیع الذکر شیخ وقت کی سادہ ادائی پر ہمارا جی تو لوٹ پوٹ ہو گیا۔ بغیر کسی قال کے ہم میں تو حال کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

برسوں میں نہ جو قضا سے ہوتا　　وہ کام کیا تری ادا نے
ظاہر ہے خدا کی شان جن سے　　کیا بندے بنائے ہیں خدا نے

چاندنی رات وہی اچھی ہے　　جس میں وہ ماہ لقا یاد آئے
ہے وہی خاص خدا کا بندہ　　دیکھ کر جس کو خدا یاد آئے

شہرِ مدینہ

اللہ اللہ شہر مدینہ ہے یا خاتم عشق کا نگینہ لیجئے ادھر مدینہ
کہا آگے کچھ لکھا نہیں دل میں درد اُٹھا جگر میں ٹیس ہوئی جی بے اختیار
ہوگیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

آگئی یاد مدینے کی بہار　　آنسوؤں کی چلی آنکھوں سے قطار
عشق میگویم و میگریم زار　　طفل نادانم و اول سبق ست

اگرچہ اس پاک شہر کے چپے چپے ذرے ذرے کا نقش خدا کے فضل و کرم سے
صفحۂ دل و دیدہ پر مرتسم ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ رہیگا۔ تاہم یہ حسرت
ضرور رہ گئی کہ کاش مادی طور پر بھی سارے شہر کو سمیٹ کر اپنے دل میں
رکھ لیتے۔

رات دن غرق لطف ساقی ہے، پھر بھی اس دل میں جا باقی ہے

لوگ کہتے ہیں کہ ترکوں کے عہد میں، ریل کے زمانے میں بہت بڑی
آبادی تھی، مگر اب نہ وہ ترک ہیں مگر اُن کے نیک عہد کے ایمانی
یادگاریں ہر جگہ باقی ہیں نہ وہ ریل ہے مگر اُس کے اسٹیشن کی شاندار
عمارت اب بھی قائم ہے، نہ وہ آبادی ہے مگر پرانی آبادی کے
ویران نشان اب بھی قدیم زمانے کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔

آنے والے زائرین سے دو چار دن کیلئے کچھ چہل پہل ہوتی ہے
اُن کے جانے کے بعد پھر وہی سناٹا ہو جاتا ہے۔ زائرین کو زیادہ

رہنے کی اجازت ہی نہیں ہے، اونٹوں کا قافلہ آٹھ دن، موٹر سوار تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے۔ زیادہ رہنا ہو تو خصوصیت کے ساتھ حکومت سے اجازت لینی پڑتی ہے، ہم نے بھی ڈیڑھ مہینے کی اجازت لی تھی، مدت قیام میں ہم جو کچھ بھی کھانے پینے لینے دینے میں خرچ کرتے بداہتہً محسوس ہوتا تھا کہ ہم کسی عمدہ اور بہتر زمین میں بیج بو رہے ہیں، جو ایک وقت خاص کے بعد ایک بھیگتے پودے کی صورت میں ضرور نمودار ہوگا۔ بلا قصد و اختیار دنیا کے ہر کام میں دینی لذت نصیب ہوتی تھی۔ مدینہ ہی وہ شہر ہے جس میں ہر ورق معرفتِ کردگار کا ایک دفتر نظر آتا ہے۔ مدینہ ہی وہ مقام ہے جہاں معمولی بصارت میں بصیرت پیدا ہو کر مادی آنکھیں روحانی انوار سے چمک اٹھتی ہیں۔

کوئی ایمان اس پہ لایا نہ لائے   میں تو کہتا ہوں مگر ایمان کی
ہے اسی پر عارفوں کا اتفاق   آخری منزل ہی یہ عرفان کی

کھانے پینے کا صحیح لطف جو مدینۂ پاک میں ہم کو نصیب ہوا ہے شاید ہی کہیں نصیب ہوا ہو۔ ہری بھری تازہ تازہ قسم قسم کی سستی ترکاریاں۔ دنبے کا لذیذ گوشت نفیس گھی۔ خالص شہد۔ تر و خشک میوے، ہر قسم کی لطیف اور شیریں کھجوریں، ہر چیز میں برکت، لو تھوڑا ہو بہت ہر جگہ میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی نہریں۔ جاڑوں میں گرم گرمیوں میں سرد:۔ اگر گوئی کہ کوثر بر زمین ست۔ ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

حور و غلمان کو مات کرنے والے خوش رو، خوش خوانسان تنگ و تاریک گلیوں میں چاند سورج جیسے حسین و خوبصورت کھیلنے والے بچوں کی دلچسپ دلکش فصیح عربی گفتگو، جب بولتے ہیں یا معلوم ہوتا ہے، منہ سے پھول جھڑتے ہیں بمعصومانہ لب و لہجہ پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر شہر مدینہ ہے یا سارے جہان کی لذتوں کا خزینہ، شہر طیبہ ہے یا مخزن طیبات؟ منزل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے یا مقام محمود؟ صحیح تو یہ ہے کہ ان چشم دید کیفیتوں کی شنیدہ جنت کے ساتھ کوئی مماثلت نہیں ہو سکتی۔

روضۂ رضوان روضۃ النبی کا مماثل کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

رشکِ جنت ہے مدینہ کی بہا ہر جگہ راحت ہی سکھ ہی چین ہے
دو جہاں کی خوبیاں یاں کیوں نہ ہوں اسکا والی، والی کونین ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

صحرائے مدینہ

رمضان المبارک سے ایک دن پہلے مسجد قبلتین (جہاں تحویل قبلہ کا حکم ہوا تھا) میں حاضر ہوئے وہاں دو رکعت نماز پڑھ کر واپسی میں کچھ دیر پیدل چلتے رہے ۔

صبح کا سہانا وقت تھا ، ہر طرف ہرے بھرے کھیت لہلہا رہے تھے صاف شفاف کنووں کا شیریں اور لطیف پانی نالیوں کے ذریعہ کھیتوں میں جاتا ہوا عجب لطف دے رہا تھا ، ہم نور النبی ڈھونڈھتے ہوئے کھیتوں میں پھر رہے تھے ۔ کھیت والے بدوی نے ہم کو کھیتوں میں دیکھکر دُور ہی سے پہلے تو بہت ڈانٹا ۔ قریب آنے پر ہم نے سلام علیک کے بعد اہلا وسہلا کہکر اس کو ٹھنڈا کیا ۔ دو ہی باتوں میں غصہ کا رنگ محبت سے بدل گیا ۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی شاندار جھونپڑی کی طرف لیچلا ۔ وہاں پہنچکر اپنا بدویانہ فرش ، بوریا ، کمبل بچھا دیا ۔ تکیے رکھدیئے ہم بھی آرام سے بیٹھ گئے ۔

تھوڑی دیر میں اُسکی بی بی چاء بنا لائی ۔

بلند مقام ، کھلا میدان ، آنکھوں کے سامنے ہرے بھرے کھیت چھلکتا ہوا پانی بدوی دوستوں کے ساتھ ، بدوی اور بدویہ کی محبت آمیز شیریں کلامی چاء تھی ، یا آب حیات ، میزبان تھے یا فرشتے ؟ صحرائے مدینہ تھا یا روضۂ رضوان ، یہی وہ دولت ہے جو شہنشاہوں کو بھی کم نصیب

ہوتی ہے، یہی وہ راحت ہے جسکی لطیف الطبع شعرانے شدت سے تعریف کی ہے :-

کھلا میدان ہے، چلتی ہیں نہریں، دھوپ پھیلی ہے
سُہانا وقت ہے، سبزہ ہے آنکھوں میں طراوت ہے
اِدھر سبزہ، اُدھر سبزہ، اِدھر پانی، اُدھر پانی
مدینہ کے جبال و دشت میں رحمت ہی رحمت ہے
کھلے ہیں زعفرانی رنگ کے گل سبز کھیتوں میں
عجب جنگل ہے جس کے حُسن پر جنت کو حیرت ہے
کہیں لوز البنی کے سبز پتے لطف دیتے ہیں
کہیں نخل تر و تازہ میں خرمے کی حلاوت ہے
پڑے ہیں سینکڑوں روزن پہاڑوں کی چٹانوں میں
یہاں کے نرم پتھر میں دلِ امجد کی صورت ہے
اِدھر دیکھو، کنوئیں کی گرد سبزہ لہلہاتا ہے
اُدھر دیکھو پہاڑوں کی بلندی حق کی قدرت ہے
پھٹے کمبل پہ اطمینانِ دل سے جم کے بیٹھے ہیں
مسرت کا کوئی ساماں نہیں لیکن مسرت ہے
یہ سادہ بدویانہ زندگی پر شہریت قرباں
نہ کچھ غم ہے، نہ غصہ ہے مصیبت ہے نہ آفت ہے
بسر ہوتی ہے کنجِ عافیت میں، کس مسرت سے

کدورت ہے، نہ نفرت ہے، شکایت ہے نہ غیبت ہے
دلِ فارغ، مقامِ امن، مایحتاج سب حاصل
شہنشاہوں کو بھی ملتی نہیں ہے یہ وہ دولت ہے

سلمہ، اگرچہ بیماری کی وجہ سے چا بالکل نہیں پیتی تھیں، مگر حسین سحر آفریں بدویہ نے اپنی شیریں کلامی سے تین چار فنجان پلا ہی دئے ہمارے شکر خور رفیقِ سفر کی تو گویا عید ہی ہوگئی تھی، برابر فنجان پہ فنجان ختم کر رہے ہیں یہاں تک کہ ایک بڑی براد خالی کر دی۔

گھنٹہ دو گھنٹہ تفریح کے بعد وہاں سے اٹھ کر آگے چلے میزبانوں نے ہم کو بہت دور تک پہنچا دیا۔ جہاں تک زبان چل سکی ہم نے اُن کا شکریہ ادا کیا۔ ایک دوسرے سے تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہوگئے۔

کچھ دور جانیکے بعد پیچھے سے کسی کے پکارنے کی آواز آئی۔ پلٹ کر دیکھتا ہوں تو وہی بدوی دوڑتا چلا آتا ہے۔ میں بھی ٹھہر گیا بدوی نے قریب پہنچکر میرا رومال (جس کو میں وہیں بھول آیا تھا) مجھے واپس کیا، میں نے وہی رومال اُس کو دینا چاہا۔ مگر اُس نے سختی سے انکار کر دیا۔ میں ہزار ہزار اصرار کر رہا ہوں مگر اُس کی بدویانہ غیرت اس احسان کی متحمل ہی نہیں ہوتی تھی۔

کیسے بدوی ہیں یہ اللہ صمد　　جن کے ہمت کی نہیں ہے کوئی حد
جو دیا ہم نے اُسے کر دیا رد　　ہر کہ نان از عملِ خویش برد
ہمتِ حاتمِ طائی نبرد

حاتم طائی سے کسی نے پوچھا، کیا تم نے اپنے آپ سے زیادہ کسی کو باہمت پایا ہے کہا' ہاں، ایک ہیزم کش کو، واقعہ یہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ عام طور پر شہر کے ہر چھوٹے بڑے شخص کی دعوت کی تھی، امیر غریب بوڑھے بچے۔ بغیر کسی روک ٹوک کے آرہے تھے کھا رہے تھے۔ میں ایسے وقت میں کسی ضرورت سے جنگل کو گیا، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک غریب بوڑھا جنگل میں لکڑیاں چن رہا ہے میں نے پوچھا، کیا تم کو حاتم کی دعوت کی خبر نہیں؟

کہا کیوں نہیں؟

میں نے کہا، پھر تم اس کی دعوت میں کیوں نہیں گئے،

کہتا کیا ہے۔

ہر کہ نان از عمل خویش خورد
ہمت حاتم طائی نبرد

سائلانِ مدینہ

سائل ہر جگہ ہوتے ہیں، اور یہاں بھی ہیں۔ لیکن گھر گھر پھر کر مانگنے والوں کی تعداد بہت کم ہے اور جو کچھ بھی ہیں وہ غریب تکرونی (حبشی نما) ہیں۔

یَا رَبّ، یا کریم، یَا رَبَّنَا کریم کی صدا لگاتے، سڑکوں گلیوں میں پھرا کرتے ہیں جس نے کچھ دیدیا لے لیا۔ نہ دیا، ما بخیر شما بہ سلامت کہتے ہوئے آگے نکل گئے کسی خاص دروازے پر اَڑ جانے کی عادت نہیں۔

کچھ تکرونی مسجد نبوی کے دروازوں کے باہر بیٹھے رہتے ہیں۔ مسجد نبوی کے اندر صورتاً فقیر یا سایل کوئی نظر نہیں آتا۔ سب کے سب مہذب، محترم، قیمتی عبا نفیس عمامہ سے آراستہ، نفیس اور خوشنما حزام سے پیراستہ رہتے ہیں جنکی وجاہت اور شان ہزاروں روپیوں سے ارفع و اعلیٰ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر آپ کچھ دینا چاہیں، قَلَّتْ مِقْدَارُہٗ اَوْ کَثُرَتْ لینے میں کوئی تامل بھی نہیں کرتے بارک اللہ جزاک اللہ کہتے ہوئے، نہایت خوشی سے قبول کر لیتے ہیں، لینے میں انکار نہیں، زیادتی پر اصرار نہیں۔

ہم تو ایسے مقام پر (جہاں ایک کا ثواب لاکھوں تک پہنچتا ہے) دینے والوں کی بہ نسبت لینے والوں کے زیادہ ممنون احسان تھیا

اگر وہ نہ لیں تو ہماری خیرات اور ثواب کی راہیں ہی بند ہو جائیں گی
جَزَاھُمُ اللہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ ۔

ہر چند نذل گوہر و مرجاں ہمی کنی　　قربان راہ دوست دل و جاں ہمی کنی
حاشا مبر خیال کہ احساں ہمی کنی　　منت منہ کہ خدمۂ سلطاں ہمی کنی
منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

جو سائل سوال میں الحاح وزاری کرتے ہیں اور حاجی کو تنگ اور مجبور کرتے ہیں تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ بدنام کنندۂ نکو نام، مدنی ہی نہیں ہیں، مگر بھیک مانگنے کے لئے مدنی لباس کو دام سوال بنا رکھا ہے۔ عورتوں کے تعفف میں بھی کوئی مدنی عورت سائلہ نہیں دیکھی گئی۔ چند شامی مغربی عورتیں کالے کالے برقعے پہنی ہوئی ہر نماز کے بعد مسجد میں منڈلایا کرتی تھیں کبھی کسی کا ہاتھ چوم رہی ہیں کبھی سر پرستی کی شان میں کسی حاجبہ کا سر سہلا رہی ہیں کبھی فاتحہ خوانی ہو رہی ہے۔ کبھی تعویذوں کا پلندہ کھل رہا ہے۔ کبھی کثرت اولاد درازی عمر کی دعائیں دی جا رہی ہیں کبھی گوندھنے کیلئے چوٹی کھولی جا رہی ہے کبھی جیب ٹٹولی جا رہی ہے اگر کسی نے ہمت کر کے ہاتھ جھٹک دیا، یا نفی میں جواب دیا تو ھٰذا النبی کہکر قسم دلائی جا رہی ہے، (یعنی اس نبی ..... کی قسم کھا کر کہو کہ تمہارے پاس کچھ نہیں ہے) کبھی مانگنے والیاں خود بھی باہم لپٹ پڑتی ہیں، دریدہ دہنی کے ساتھ آپس کی تو تو میں میں، جی کھول کر گلا پھاڑ کر بیہودہ چاؤں چاؤں سے سننے والے اور ہر نئے آنے والے کو حیران اور

بھوچکا کر دیتی ہیں۔

سلمہ دو چار روز تک تو دور ہی دور سے یہہ تماشے دیکھتی رہیں لیکن جب یہی واردا تیں اِن پر طاری ہونے لگیں اور ہوتے ہوتے بھد الفنیب تک نوبت پہنچگئی۔ فوراً دامن جھٹک اُٹھ کھڑی ہوئیں اور سیدھے مواجہ شریف میں حاضر ہوکر سلام کے بعد سرکار سے عرض حال کرہی دیا،

اب اعجاز رسُول کہو، یا خدا کی قدرت سمجھو ان دونوں صورتوں سے اختلاف ہو تو اتفاق پر محول کرو۔

کہ اس بدنظمی کا دوسرے ہی دن انتظام ہوگیا، یعنی عورتوں کے قفص میں بھی اغواط کا پہرہ لگ گیا، ادھر کسی سائلہ نے کسی کو تنگ کیا اِدھر اغواط نے ٹیٹوا دبُوچا گویا دورِ شریف کے بعد عہد عبدالعزیز قائم ہوگیا۔

خود درد طبیب دلِ بیمارِ من است   غم نیست زغم کہ یار غمخوارِ من است
ہر عقدہ مشکل مرا سہل نمود   گوئی سرکار، در سرکارِ من است

منارۂ بلال رضی اللہ عنہ

اندھیری رات میں مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا منارۂ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہا ہوں گزشتہ واقعات کا تصور بندھا ہوا ہے، اور ماسبق کے حالات یکے بعد دیگرے پیش ہو رہے ہیں :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا برآمد ہونا

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا اذان دینا

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰه کہتے ہوئے حضور انور کی طرف اشارہ کرنا، مسجد نبوی سی مسجد، شہنشاہِ رسالت کی امامت، صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت

بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکبیر

اللہ اکبر اللہ اکبر حَیِّ عَلَی کانک تراہ حضرت نے صورت کی رویت میں کیا بات باقی رہتی ہوگی، لوگ کہتے ہیں کہ سلطان عشق بلال رضؓ کا دمشق میں وصال ہوا ہے، ممکن ہے کہ یونہی ہو مگر مجھے تو یقین ہے کہ شمع رسالت کا دل سوختہ پروانہ، حُسنِ ازلی کا حقیقی دیوانہ،

کالی کمبل سی شکل رکھنے والا — کونین میں ایک کو پرکھنے والا
گیسوئے نبی سے ملنے جلنے والا — ہمراہ غلافِ کعبہ تلنے والا
اقلیم غم و درد کا سلطان بلال — بلقیس محبت کا سلیمان بلال رضؓ
وہ سارے مسلمانوں کا سردار بلال — وہ مردمک دیدۂ سرکار بلال رضؓ

کونین کے عاشقوں کا سرتاج بلال
وہ عاشقِ شاہنشہ معراج بلال
خالِ رخسار حور بننے والا
وہ نور نبی سے طور بننے والا
وہ مرکز گردش ہے مدینہ حسن کا
وہ عشق کا گنجینہ ہے سینہ جسکا
وہ جو ہے تصور میں مرے آج کی رات
وہ صورت پاک جسکی معراج کی رات
وہ عشق میں اپنی جان دینے والا
پردے میں اذاں کے نام لینے والا

اسی گنبد پاک کے ارد گرد منڈلاتا ہوا اپنی منارہ جیسی بلند آواز سے

اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ الرَّسُوْلُ اللّٰہ

کہہ رہا ہے۔

سننے والے سن رہے ہیں تکبیر کی صدا پر جاگنے والے جاگ رہے ہیں۔
لیکن میرے مادی حواس اسکی لطیف اور روحانی آواز سننے سے معذور ہیں
میرا غفلت زدہ دل ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ سب کچھ ہو رہا ہے۔ مگر یہہ غفلت کے
گہوارے میں اسیطرح گہری نیند سو رہا ہے۔

مرے دل کا حرم سونا پڑا ہے
سنا دے سیدی اللہ اکبر
دکھا دے پھر وہی دور نبوت
سنا دے پھر وہی اللہ اکبر
سحر دم وہ ظہور نور کا وقت
وہ آواز اذاں اللہ اکبر
رسول اللہ کا وہ باہر آنا
وہ فرمانا کہ ہاں اللہ اکبر
وہ انگشت شہادت کا اٹھانا
مقابل میں حضور، اللہ اکبر
وہ سوتوں کا یکایک جاگ اٹھنا
صدا وہ دور دور، اللہ اکبر

حج امجد

چلا اللہ کی جانب تڑپ کر
سنی جس نے صدا اللہ اکبر

پکار اُٹھے تری آواز کیساتھ
سبھی ارض و سما اللہ اکبر

وہ انجم سی صحابہ کی جماعت
بنی پیش نماز اللہ اکبر

وہ کہنا رَبِّيَ الْاَعْلٰی ہر اک کا
وہ عبد و رب میں راز اللہ اکبر

وہ ہر سجدے میں سر قدموں پہ رکھنا
کمال اندر زوال، اللہ اکبر

وہ رب کی کبریائی کی تجلی
وہ تکبیر بلال ، اللہ اکبر

گلے پر کوئی خنجر کیوں نہ رکھ دے
نہ بھولیں گے مگر، اللہ اکبر

ز تکبیر تو مردم زندہ ام کن
بگو بارِ دگر اللہ اکبر

خاکِ طیبہ

خاکِ پاک لانے کیلئے بہت دوستوں کی فرمایش تھی، خود ہم بھی اس کحل الجواہر کو ڈھونڈھ رہے تھے۔ یہاں کا یہہ حال کہ مرقدا نور کا حجرۂ منور کئی روز سے مقفل ہی۔ کھلنے کی کوئی صورت نہیں۔ دور حالیہ کا یہ انتظام ہے کہ روشنی کی طرح حجرۂ مبارک کی صفائی بھی موقوف ہے ہم روزانہ نماز کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔ اِدھر اُدھر تاک لگاتے ہیں، مگر خاکِ پاک اکسیر بنی ہوئی ہے جسکے حصول کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اسیطرح تلاش و جستجو میں کئی دن گذر گئے۔

ایک دن صبح کے وقت جالی شریف کے اندر اغواط (خواجہ سرا) نے جھاڑو دی، کئی روز سے مراقبہ میں بیٹھی ہوئی گرد باہر نکالی گئی۔ خاکِ پاک دیکھتے ہی منہ میں پانی بھر آیا، مدت کی کوشش آج ٹھکانے لگتی معلوم ہوئی اسوقت خاک کی ڈھیری سونے کی ڈھیر سے زیادہ عزیز نظر آرہی تھی للچائی ہوئی نگاہوں نے ٹکٹکی لگا دی تھی نہ معلوم میری سچی کشش کا اثر تھا یا اُن کی عنایت تھی کہ اغواط کی نظر بھی میری نظروں سے لڑ گئی، اُس نے بھی میری بے چینی کو محسوس کرلیا۔ حرصی نگاہوں کو وہ بھی تاڑ گیا، میرے قریب آکر محبت سے پوچھتا ہے (اُوئی آبش تبغی) بابا تم کیا چاہتے ہو۔ پوچھنے کی

ے آغا۔ ترکی لفظ ہے۔ جس کے معنی خداوند، شریف، سردار، خواجہ سرا کے ہیں اس کی جمع اغوات

دیر تھی گویا شیشے پر ٹھیس لگی، دل بھر آیا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے یہ تو کسی کا بھیجا ہوا معلوم ہوتا ہے، یہ لہجہ یہ انداز بیان تو اس کا نہیں معلوم ہوتا یہ تو کسی وراء الحجاب والے کی آواز معلوم ہوتی ہے۔

وہ پوچھتا ہے تم کیا چاہتے ہو، جو چاہوں مانگ سکتا ہوں اتنے بڑے کریم سے صرف خاک کی کیا درخواست کروں، طیبہ کی خاک تو ہر مسلم کی سرشت میں داخل ہے۔

از فضل آلہ برگزیدند مرا ۔۔۔ از ہند سوئے عرب کشیدند مرا
دل صورت قبۂ حباقبہ درو ۔۔۔ از خاک مدینہ آفریدند مرا

وہ تو جب چاہیں گے مل جائے گی، اب کچھ اور مانگو، اور کیا مانگوں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ تو خوب تماشہ ہے، خواہش کی طاقت سلب کر کے خواہش دریافت کیجاتی ہے اچھا تو پھر خاک ہی مانگ لوں، ایسا نہو زیادہ حرص میں خاک بھی ہاتھ نہ آئے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا:۔

عصیاں سے ہی سینہ چاک طیبہ والے ۔۔۔ ناپاک کو کر دے پاک طیبہ والے
بھر دے چشم حریص میں امجد کے ۔۔۔ اپنے قدموں کی خاک طیبہ والے

اغواطے نے میری یہ خواہش سنکر "مرحبا" کہا اور مجھے اپنے صفہ پر بٹھا کر پھر کام میں مصروف ہو گیا۔ کچھ دیر بعد آنے جانے والوں کی نظر بچا کر ایک پرانی دستی میں لپیٹ کر سرمۂ اہل بصر کی پڑیا چپکے سے ہاتھ میں پکڑا دی۔

گلے خوشبوئے اندر روضہ روزے ۔۔۔ رسید از دست اغواطے بدستم

بگفتم اے گل از گل گوئے بردی — کہ خوشبوئے تو ناگہہ کرد مستم
بگفتا من ہمانا خاک بودم — زمانے بر در پاکے نشستم
ہمیں نسبت ز خاکم پاک فرمو
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

نماز تہجد مسجد نبوی میں

مسجد نبوی میں تہجد کی نماز مسلم کے لئے زینۂ معراج ہے

یوں تو یہاں کی ہر نماز خصوصیت خاص رکھتی ہے۔ لیکن رات کے سناٹے میں عالم تنہائی میں نماز تہجد، نبوی محراب تہجد کے سامنے، قلب شب میں توجہ قلب سے، قلب قرآن (سورہ یٰسین) (یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ) اور سورہ مزمل (یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا) کے ساتھ اللہ اکبر اللہ اکبر ایسی لذت ہے جو مَالَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ کے غیر مفہوم، مفہوم کو قریب الفہم کو دیتی ہے۔

دلیل کی ضرورت نہیں حجت کی حاجت نہیں۔ خود تہجد گزار آپ ہی آپ کہہ اٹھتا ہے، صدقت یا رسول اللہ " یَنْزِلُ رَبُّنَا کُلَّ لَیْلَۃٍ

وہ شہر پاک مدینہ وہ پچھلی رات کا وقت — وہ زمزمۂ دل مسلم بلال کی آواز
کسی کلی صدق سے وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُو — صحیح حال سے ظاہر وہ فال کی آواز

ٔ یہاں لفظ بلال سے مراد عام موذن ہیں حضرت علی نے فرمایا ہے بلال شب فی وذیلک نادمی۔

وہ نُورِ پاک کا ظلمت کی آڑ میں چھپنا
تجلیوں کا چمکنا وہ عالم ہُو میں
وہ آسمانِ بریں سے نجوم کا کہنا
کہ ہم اسیر ہیں لیلائے شب کے گیسو میں

وہ رات شرحِ گلیمِ سیاہ مزمّل
وہ نور اُس میں سراجاً منیرا کی تفسیر
سیاہ پردۂ گردوں پہ دستِ قدرت نے
قلم سے نور کے کھینچی ہے نور کی تصویر

یقین ہے دل میں کہ اب بالیقین دیکھیں گے
نظر ذراسی چمک پر ہے کان آہٹ پر
اِدھر وہ لب کا اشارہ کہ میری بات سنو
چمک کے حسن کا کہنا ادھر بھی ایک نظر

وہ پاک جائے محل وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ کا
وہ وقتِ خاص تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا
نظر کے سامنے مامورِ رَتِّلِ الْقُرْاٰن
دعا وہ صدق سے مصداقِ اَقْوَمُ قِیْلًا

یہیں تو کھلتے ہیں اسرار سورۃ الحمد
خدا کی حمد محمدؐ کے ساتھ ہوتی ہے
یہاں نمازِ تہجد ہمیشہ اے امجدؔ
مخاطب فتہجد کے ساتھ ہوتی ہے

روضۂ پاک کی روشنی

سنتے ہیں کہ ترکوں کے زمانہ میں حجرۂ مقدس میں رات بھر روشنی رہا کرتی تھی۔ بڑی بڑی موم قیمتی کافوری بتیاں جلا کرتی تھیں۔ مادی آنکھوں کیلئے حجرۂ حضورؐ بقعہ نور بنا رہتا تھا۔ لیکن اب حکومت حالیہ کے نورایمان نے اس روشنی کو بالکل خاموش کر دیا، پرانی روشنی والے اس نئی رسم کو صبر و سکون کے ساتھ دیکھتے، اور خاموشی کے ساتھ دل ہی دل میں پرانی روشنی کو یاد کرتے ہیں۔

ایک شب مسجد نبوی میں ایک بزرگ نے ہم سے بھی اس روشنی کے بند ہونے کا حال بیان کرکے بہت دیر تک افسوس کا اظہار کیا۔ پھر خود ہی وَاللہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ کہتے ہوئے اپنے دل کو تسکین دیتے رہے

ہم نے عرض کیا:۔

تنگ چشمی سے کس لئے دیکھو — جبکہ اپنا ضمیر روشن ہے
کیا ضرورت ہے شمع ناری کی — یاں سراج منیر روشن ہے

باادب عاشق

ابھی ابھی کعبے سے اُٹھے چلے آرہے ہیں طواف کی عادت پڑی ہوئی ہے گنبد خضرا کی گہری سبزی میں کعبے کے سیاہ پردے کا دُھوکا ہوتا ہے۔ مدور گنبد مکعب بن کے نظر آرہا ہے، اچھا تو پھر صدقے ہونے یا طواف کرنے میں کیا دیر ہے۔ بسم اللہ بسم اللہ اللہ اکبر و للہ الحمد۔

ایک آواز:۔

چل دور ہو کیا کرتا ہے او بیخبر انسان
یاں دل ہی میں رکھ اپنے جو کچھ دل کے ہیں ارمان
سجدے کا بھی اس جا نہیں ہے کوئی امکان
پردہ در کعبہ کا اُٹھانا تو ہے آسان
پر پردۂ رخسار صنم اُٹھ نہیں سکتا

خبردار، او بے ادب! ادب سے، یہہ مطاف عوام نہیں ہے یہاں خواص کے بھی پر جلتے ہیں۔ دیکھ اُس دل جلے حبشی کو دیکھ تیری محبت کی چنگاری اس کی دہکتی آگ سے زیادہ نہیں ہے۔ اے نئے ادب ہندی اس مؤدب حبشی سے سبق لے، دیکھ اُس کے دل میں جذبات کا سمندر کس طرح جوش مار رہا ہے مگر کیا مجال کہ ایک قدم تو حد اعتدال سے آگے بڑھ جائے۔

غریب محبت کی آگ میں جلتے جلتے کالا کوئلہ ہو گیا اب راکھ ہو رہا ہے

مگر اسی خاموشی سے، دل پر ہزار قسم کا رنج و تعب ہے مگر زبان پر نہ شور ہے نہ شغب ہے۔

غیبی آواز کے اشارہ پر ہماری نیند آنکھیں کھلیں سوتے سے بیدار ہوئے دیکھا کہ ایک حبشی خستہ حال، دریدہ لباس، چاک پیرہن، صفہ کے قریب دونوں ہاتھ سینے پر باندھے یا دونوں ہاتوں سے دل کو سنبھالے ہوئے چہرۂ انور کی جالی سے ٹکٹکی لگائے کھڑا ہے۔ بطون کی لگی ظاہری صورت سے چمک رہی ہے۔ چہرے کی کیفیت میں آناً فاناً ہزاروں اُتار چڑھاؤ ہو رہے ہیں ایک رنگ آتا ہے، ایک رنگ جاتا ہے۔ جذبات کی بھڑکتی ہوئی آگ فرو کرنے کیلئے کبھی کبھی ہونٹوں کو دانتوں میں چباتا ہے۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ بڑے بڑے موتیوں کی طرح مسلسل آنسو ٹپک رہے ہیں۔

ہر قطرۂ اشک کوکب دری ہے ہم دیدۂ تر کو آبرو کہتے ہیں
جس ذکر میں درد دل نہ ہو اے امجد ہم اُس کو نماز بے وضو کہتے ہیں

حساس متحرک بالارادہ جسم میں نہ حس ہے نہ حرکت، برق تجلی کی ہیبت سے سر سے پا تک سنگ موسیٰ کا سیاہ مجسمہ نظر آتا ہے۔

اِس صابر عاشق باادب مضطر کی صورت دیکھتے ہی، جی تڑپ گیا چاہا کہ ایک مرتبہ اُدھر جا کر قدموں پر گر پڑوں۔ کالے حبشی پر قربان ہو جاؤں نور سیاہ پر پروانہ بن کر جا گروں۔ یکایک پھر آواز آئی، او بے ادب! دیکھ یہ دوسری بے ادبی ہے۔ کس کے سامنے کیا کر رہا ہے؟ شہنشاہِ کونین کے دربار میں آکر غلام کے سامنے سر جھکاتا ہے محبوب رب المشرقین و المغربین

کے مقابل ایک حبشی کو دل میں جگہ دے رہا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؁ ہم پھر خوابِ گراں سے بیدار ہوئے، تھوڑی سرگردانی کے بعد پھر اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا کہتے ہوئے اپنے اصلی مرکز کی طرف پلٹ پڑے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی حُسْنِ عَاقِبَتِنَا ؁

نیرنگِ خودی خدا کے آگے نہ رہا ۔۔۔ طوفان ہوا، ہوا ہوا، ہو آیا
جبتک تو سامنے نہ تھا میں ہی تھا ۔۔۔ میں کا نہ رہا نشان جب تو آیا

مسجدِ نبوی میں ایک بخاری صاحب کی نماز

ایک دن مسجد نبوی میں جب کہ ظہر کی نماز ختم ہو چکی تھی۔ پہرہ دار عسکری بھی اِدھر اُدھر ہو گئے تھے ایک بخاری صاحب نے پائین اقدس کی سمت جالی شریف کی طرف منہ کر کے :۔

قبلۂ دل کعبۂ جاں یا رسول اللہ توئی
سجدۂ مسکیں حسن ہر لحظہ با داسوئے تو (حسن)

کہتے ہوئے نماز شروع کر دی۔ قیام ختم کر کے رکوع کیلئے جھکے ہی تھے کہ عسکری آ گیا۔ قریب تھا کہ بُری طرح اُن کو ڈھکیل دیتا اور رُکنِ رکوع سجدے سے متبدل ہو جاتا۔ مگر بخاری صاحب نے بھی خدا کی قسم کمال ہی کیا، اُسی طرح جھکے ہوئے پاؤں کھجانے لگے۔ عسکری کھڑا ہوا دیکھ رہا ہے کہ یہ کھجانا ختم کریں تو میں ان کو یہاں سے ہٹا دوں، بخاری صاحب کی

پا خراشی ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتی۔ آخر عسکری نے اُسی حالت میں اُن کو وہاں سے نکال دیا خیر گزری کہ زدوکوب کی نوبت نہ آئی۔

بخاری صاحب پاؤں کھجاتے کھجاتے شرمندگی سے سر کھجلاتے ہوئے تشریف لے گئے۔ ہم اور سلمہ ہنسی کے مارے لوٹ لوٹ گئے۔

سب کہتے ہیں کہ آپ کو سجدہ روا نہیں
نور خدا، رسول خدا ہیں، خدا نہیں
اے واعظو یہ بات کیا میں جانتا نہیں
لیکن غضب تو یہ ہے کہ جی مانتا نہیں

ایک گنبد والا

ایک دن ہم جنت البقیع سے فاتحہ پڑھ کر قبوں کی تباہی، مزارات کی شکستگی پر اشک حسرت بہاتے ہوئے واپس ہو رہے تھے، ایک نجدی نے ہم کو روتا ہوا دیکھ کر پوچھا، بھائی صاحب! روتے کیوں ہو؟

ہم نے کہا تمھارے اعمال پر، افسوس ہزار افسوس ہمارے ہندوستان میں چھوٹے چھوٹے بزرگوں کے بھی بڑے بڑے گنبد بنائے گئے ہیں اور آئے دن بنائے جاتے ہیں، اور تم نے ایسے ایسے جلیل القدر رفیع الذکر اصحاب کبارؓ، آل بیت اطہارؓ، ازواج مطہرات کے قدیم اور صدیوں کے بنے بنائے گنبدوں کو ڈھا کر، ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے دلوں کو

توڑ دیا، اب ہم نہ روئیں تو کیا کریں، نجدی نے کہا تم ہند و مسلمان ہو بت پرستوں کے اثر سے متاثر ہو کر شجر، حجر، نباتات جمادات کی پرستش تمہاری ملت ہو گئی ہے۔ شرک تمہاری گھٹی میں پڑا ہے، بدعت تمہاری رگ رگ میں شیطان کی طرح خون کیساتھ دوڑ رہی ہے، ہم موحد، اخوان التوحید وحدت کے پرستار شرک سے بیزار ہیں۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے سوا کچھ اور نہیں جانتے، کسی کو اُلوہیت اور رسالت میں شریک نہیں مانتے خدا اور رسولِ خدا کے ہوتے ہم کو کسی اور کی ضرورت نہیں:۔

اُو ہندو حاجی سُن اور اچھی طرح یاد کر

پتھر کیوں لے دُر و زمرد والا کیوں غیر کا دَم بھرے محمدؐ والا
ساری دنیا کے گنبدوں کو ڈھادو بس ہے دنیا میں ایک گنبد والا

مدینۃ النبی اور ظل اللہ دکن

جس وقت ہم مدینہ طیبہ پہنچے ہیں چند جاویوں کے سوا تمام شہر زائرین سے خالی تھا بزم محبت میں ہم ہی ہم تھے کوئی غیر نہ تھا جس طرف نکل جاتے سب کی نگاہیں ہمیں پر پڑتیں، حرم میں اغواط ہم سے محبت کرتے، بازار میں دوکان دار ہماری آؤ بھگت کرتے مزید براں جب اُن کو یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ ہم حیدرآبادی ہیں تو اُن کی محبت کی کوئی انتہا نہ ہوتی۔ اہلًا وسہلًا و مرحبا کہتے ہوئے کھینچ کر گلے سے لگا لیتے۔ ہماری دعوتیں ہوتیں مدینہ پاک کے نخلستانوں میں ضیافتیں کیجاتیں۔

جب لطیفؔ نسیم طیبہ مبذول ہوا سوکھا ہوا کانٹا تازہ تر پھول ہوا
سرکار محمدؐ کا کرم تو دیکھو مجھ سا عجمی عرب میں مقبول ہوا

خسرو دکن کو لاکھوں دعائیں دیتے۔ دکن کے ساتھ صانہ اللہ عن الشر والفتن ضرور کہتے ایک نہیں دو نہیں بہت سے آدمی اس قسم کے ملے جن کو سرکار نظام سے تنخواہیں مقرر ہیں اور دل وجان سے بندِ دیکھے بقائے ریاست کیلئے حرم نبوی میں دعا کیا تے ہیں ترکوں کے زمانہ میں اِن لوگوں کیلئے ہزاروں لاکھوں پونڈ مقرر تھے۔ اب دنیا کی کسی اسلامی ریاست سے ایک کوڑی کا سہارا نہیں ہے۔

خدا آباد رکھے حیدرآباد کو جس نے دور دراز ارض حجاز کے خشک

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

امجد

دھانوں میں ابر رحمت برسا دیا۔ خدا قائم رکھے شہنشاہ عثمان کو جس نے نان شبینہ کے محتاج مسلمانوں کو غنی بنا دیا۔

ایسے ظل اللہ کے موفق من اللہ ہونے میں کیا تامل ہو سکتا ہے جس کا دست سخا مدینۃ الرسول تک پہنچا ہو۔ اور اس ریاست کے استحکام میں کیا شک ہو سکتا ہے جو مدینہ والوں کی سچی دعا کے سنگ بنیاد پر قائم ہو۔

اثر لیتا نہیں نیرنگیوں سے صاحب عرفاں
خطر کیا کفر کے خطرے سے اسکو جسمیں ہو ایماں
اُسے دنیا کا کیا ڈر جو ہو زیر سایۂ یزداں
چہ غم دیوار اُمت را کہ دارد چوں تو پشتیباں
چہ باک از موج بحر آں را کہ دارد نوح کشتیباں

مسجد نبوی میں چاندنی رات

مہینے کی چودھویں رات، رمضان المبارک کا مہینہ، روزوں کے مبارک دن، تراویح کی مبارک راتیں، مدینہ طیبہ سا شہر، مسجد نبوی جیسی مسجد، اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ کا مخبر صادق آنکھوں کے سامنے، وہم نہیں، خیال نہیں، آنکھ کھولنے پر غائب ہو جانیوالا امر نہیں، جو مشاہدہ ہے عینی ہے، جو کچھ ہے عین الیقین کے ساتھ ہے رمضان المبارک میں جنت کے دروازوں کی طرح حرم پاک کے دروازے

رات دن کھلے رہتے ہیں۔ مسجد منوّرہ کے وسیع صحن میں ہر طرف چاندنی پھیلی ہوئی ہے۔ اندرونی حصہ میں بجلی کے چراغاں جگمگا رہے ہیں سبز گنبد کے عکس سے چاندنی میں سبزی جھلک رہی ہے۔

سبز گنبد سے سر گردوں تک
اک خط نور نظر آتا ہے
کچھ عجب رنگ ہی اس گنبد کا
شجر طور نظر آتا ہے

اسوقت رات کا سناٹا ہے، تراویح ختم ہو چکی ہے، اکثر نمازی چلے گئے ہیں، موقع طلبوں کی بن آئی ہے۔

ہم اپنے وطن میں بیٹھکر، کبھی باد صبا کو، کبھی مرغ نامہ بر کو، قاصد بنا بنا کر روانہ کیا کرتے تھے جیسے:۔

نسیما جانب بطحا گذر کن (جامی)

کبھی درد دل بیان کرنے کی فرمایش ہوتی کبھی تباہ حالی کا اظہار کیا جاتا جیسے

ز احوالم محمدؐ را خبر کن (جامی)

لیکن آج کا وہ مبارک دن ہے کہ ساری دوریاں دور ہو گئی ہیں تمام حجابات مرتفع ہو گئے ہیں:۔

محمدؐ کے رخ سے نقاب اٹھ گیا ہے
تجلی حق سے حجاب اٹھ گیا ہے

نہ کسی پیغام رساں کی ضرورت ہے، نہ قاصد کی، زبان خود بیان خود

کہنے والے بلا وساطت غیر، حالِ دل کہہ رہے ہیں۔
داستان غم بیان ہو رہی ہے، لا تحزن جواب مل رہا ہے۔
دربان کی خوشامد کرنے یا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت نہیں، بابِ رحمت آغوشِ محبت کی طرح کھلا ہوا ہے آپ کا امجد عالم کیف و سرور میں جھوم جھوم کر کہہ رہا ہے:۔

کس چیز کی کمی ہے مولا تری گلی میں
دنیا تری گلی میں، عقبیٰ تری گلی میں

جامِ سفال اُس کا تاجِ شہنشہی ہو
آجائے جو بھکاری داتا تری گلی میں

دیوانگی پہ میری ہنستے ہیں عقل والے
تیری گلی کا رستہ پوچھا تری گلی میں

اک آفتابِ وحدت ہے جلوہ بخشِ کثرت
نکلی ہوئی ہیں کلیاں صد ہا تری گلی میں

ہے فیض کی تجلی گہری اندھیریوں میں
بکتا ہے رات ہی کو سودا تری گلی میں

سورج تجلیوں کا ہر دم چمک رہا ہے
دیکھا نہیں کسی دن سایہ تری گلی میں

موت اور حیات میری دونوں ہیں تیرے لئے میں
مرنا تری گلی میں، جینا تری گلی میں

امجد کو آج تک ہم ادنےٰ سمجھ رہے تھے
لیکن مقام اُس کا دیکھا تری گلی میں

وہ روزوں کا مہینہ اور وہ راتیں عبادت کی
حرم میں ہو رہی ہے ہر طرف برسات رحمت کی

اِدھر ماہِ فلک ہے، اُس طرف ماہِ رسالت ہے
اِدھر آنکھوں کو فرحت ہے، اُدھر دل کو مسرت ہے

تجلی نور کی پیدا ہے ہر شمع فروزاں سے
بھرے ہیں روشنی کے قمقمے انوارِ یزداں سے

اِدھر صحنِ حرم میں سنگریزے جگمگاتے ہیں
شب یلدا میں اہلِ چشم سے آنکھیں لڑاتے ہیں

یہہ گنبد سبز کیا عالی نشاں معلوم ہوتا ہے — زمیں پر ایک چھوٹا آسماں معلوم ہوتا ہے
دریں جا یک دو رکعت ادا از صدق نجات آمد — ہمیں مسجد بعالم سجدہ گاہِ کائنات آمد
سنا ہی ذکر جنت کا اسے آنکھوں سے دیکھا ہے — شنیدہ کے بود مانند دیدہ سب نے مانا ہے
پیامِ حضرت ہو، یاں ہوا ہر دل لاتی ہے — سنو صلِ علیٰ کی صاف صاف آواز آتی ہے
صدائے یا رسول اللہ ہر در سے آتی ہے — یہاں روح الامیں کی روح بھی آنکھیں بچھاتی ہے
مرے مانند میری عقل بھی ہے آج حیرت میں — زمیں پر ہوں فلک پر ہوں مدینہ میں کہ جنت میں

نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم
کہ ساقی و چہ محفل بود شب جائیکہ من بودم

کوئی ڈوبا ہوا ہے قعرِ دریائے محبت میں — جگر پر ہاتھ رکھکر لوٹتا ہے کوئی لذت میں

تپاں ہر صاحبِ دل بود شب جائیکہ من بودم
بہر سو رقصِ بسمل بود شب جائیکہ من بودم

ادھر محراب میں دیکھو تو ابروئے محمد ہے — اُدھر قبلہ کیجانب جلوہ روئے محمد ہے
سکوت خاص میں محو تماشا چشم امجد ہے — اِدھر دیکھو محمد ہے، اُدھر دیکھو محمد ہے

محمد شمعِ محفل بود شب جائیکہ من بودم
شب معراج حاصل بود شب جائیکہ من بودم

محمدؐ بگوئیم و مستی کنیم

خیالِ بلندی و پستی نہ ہو
خرابات میں تنگدستی نہ ہو
وہ میں کیا، جہاں مے پرستی نہ ہو
وہ ہستی ہی کیا جسمیں مستی نہ ہو

خراباتیاں مے پرستی کنیم
محمدؐ بگوئیم و مستی کنیم

ہر اک سر میں ہے بیخودی کا سرور
نشے میں ہیں میخوار سب چُور چُور
چھلکتا ہی ساغر میں کوثر کا نور
پلاتا ہے ساقی شراب طہور

خراباتیاں مے پرستی کنیم
محمدؐ بگوئیم و مستی کنیم

کوئی کچھ کہے ہم پیے جائیں گے
جو بچ جائے گی ساتھ لیجائینگے
محمدؐ محمدؐ کہے جائیں گے
یہی نام لیتے چلے جائینگے

خراباتیاں مے پرستی کنیم
محمدؐ بگوئیم و مستی کنیم

محبت میں دن رات تڑپا کریں
کسی طرح اس دل کو ٹھنڈا کریں
قیامت کا ہنگامہ برپا کریں
چلو آؤ سب مِل کے حلقہ کریں

خراباتیاں مے پرستی کنیم
محمدؐ بگوئیم و مستی کنیم

چلو آج امجد کے گھر جائینگے کوئی لاکھ روکے مگر جائیں گے
خرابات میں نام کر جائیں گے یہاں تک پئیں گے کہ مر جائینگے

خراباتیاں مے پرستی کنیم
محمد بگوئیم و مستی کنیم

سگانِ طیبہ

کتے ہر شہر میں ہوتے ہیں اور یہاں بھی ہیں مگر کیسے کتے کہ بر شیراں شرف دارند، اسی وجہ سے، جامی، خسرو، حافظ جیسے باکمال انسان بھی، سگِ مدینہ ہونے کی آرزو کرتے رہے، جب کبھی یہاں کے کتوں کو دیکھتا، حافظ کا یہ شعر ضرور یاد آتا۔

شنیدہ اَم کہ سگاں را قلادہ می بخشی
چرا بگردن حافظ نمی نہی رسنے

یوں تو اس مضمون میں بہت شعر سنے ہیں، مگر حافظ کے اس شعر سے دل پر جو اثر ہوتا تھا۔ اُس کی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی کتے بھی عجب صفت کے ہیں، تمام دن سڑکوں پر ایسی گہری نیند سوتے ہیں کہ کوئی اُن پر قدم ہی کیوں نہ رکھدے، کاٹنے کا تو کیا ذکر، آنکھ تک کھول کر نہیں دیکھتے، جہاں رات ہوئی سب شب بیدار کیا مجال کہ صبح ہونے تک ذرا بھی پلک جھپک جائے۔

نہیں معلوم ہوتا کیا کھاتے ہیں، کیا پیتے ہیں، کسی کے گھر جاتے نہیں، کوئی کھلاتا نہیں، ہمیشہ فرش خاک پر، سڑکوں پر، راستوں پر، اطمینان قلبی کے ساتھ مستوں کی طرح پڑے رہتے ہیں۔ ہزاروں اجنبی روز آتے ہیں، مگر کوئی کتا کسی کو بھونکتا نہیں، کسی لباس میں آئیں، کسی رنگ میں آئیں، مگر وہ یہ خوب سمجھتے ہیں کہ عاشق مدینہ آیا ہے کوئی غیر نہیں ہے۔

اپنے مولا کے در کا دربان تو ہو
کچھ بھی نہ سہی، سگ صفت انسان تو ہو
ہر رنگ میں پہچانتا ہے مالک کو
امجدؔ! بندے میں اتنا عرفان تو ہو

ایک دن رمضان المبارک میں ظہر کے بعد ہم مناخہ سے روٹی خرید کر لا رہے تھے، راستہ میں ایک کتا سوتا پڑا دیکھا، اس کی گہری نیند کی کیفیت دیکھتے ہوئے تھوڑی دیر ٹھہر گیا، پھر نزدیک جاکر اسے جھنجوڑ کر جگایا اس نے نیند بھری آنکھیں کھول کر دیکھا، اور پھر آنکھیں بند کرلیں، میں نے پھر جگایا۔ اس نے پھر آنکھیں کھولیں ہم نے روٹی اس کے سامنے ڈالی۔ سونگھ کر چھوڑ دی۔ ہم نے بہت چاہا کہ یہ کسی طرح روٹی کھائے مگر کھانا کیسا اس نے توجہ بھی نہیں کی۔

ایک نوعمر لڑکا آٹھ نو سال کا (شاید) ہمارے نزدیک کھڑا ہوا یہ تماشا دیکھ رہا تھا، ہمارے اصرار اور کتے کے انکار پر ظالم کہتا کیا ہے۔

أبُوئ أبُوئ هٰذَا النَّائم صَائم (یعنی یہ سونے والا روزہ دار ہے) ممکن ہے کہ اُس نے ہم سے مذاق کیا ہو۔ مگر اُس کے اس فقرے سے ہمارے دل پر ایک خاص اثر ہوا، رمضان اور اُس کے احترام کی تصویر ہو بہو آنکھوں میں پھر گئی۔

اِن کتوں کے قائم اللیل ہونیکی کیفیت تو معلوم ہی تھی، مگر اس نو عمر معصوم لڑکے نے اُن کے صائم ہونیکی بھی تصدیق کر دی۔

ہم نے بھی چاہا تھا کہ کتا بن کر یہیں کسی کے گھر پڑے رہیں، مگر جواب ایسا ملا کہ پھر کتا بننے کی ہمت نہ ہوئی۔

جواب صاف

[illegible]

حج اکبر

فراق کی گھڑی

رمضان المبارک کے مبارک دن ہیں، متبرک راتیں ہیں، مدینے کے دوستوں کا اصرار ہے کہ عید یہیں کرو مدینہ کا رمضان پھر کہاں نصیب ہوگا مولوی صاحبان فرماتے ہیں کہ مکے میں روزوں کا ثواب زیادہ ہے ایک روزے میں ایک لاکھ روزوں کا اجر ملتا ہے۔ ایک نماز میں، ایک لاکھ نماز کا ثواب حاصل ہوتا ہے رمضان مکے میں کرنا چاہئیے۔

میں دونوں کی باتیں چپ چاپ سنا کرتا ہوں، جواب کچھ نہیں دیتا سوچتا ہوں عمر بھر میں ایک رمضان نصیب ہوا ہے، مدینے میں گزاروں کہ مکہ میں۔

کبھی ہے دھیان کعبہ کا کبھی ہوں مائلِ طیبہ
ادھر بھی ہے وہی صورت ادھر بھی ہے وہی نقشہ
تردد میں نظر آتا نہیں رستہ تعین کا
احد کو سجدہ کیجئے یا احمد نے میم کو سجدہ
عجب مشکل ہے مضمون میرے مفہومِ مُردّد کا

اس تردد میں تفویض کے سوا کوئی صورت نظر نہ آئی اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہ کہہ کر اپنا آنا جانا سرکارِ رم پر چھوڑ دیا۔

ناحق پھر پھر کے سر پھرایا میں نے
اپنی کوشش سے کچھ نہ پایا میں نے
طوفان میں ہے کشتی امید مری
لے تو ہی سنبھال ہاتھ اٹھایا میں نے

ایک دن مسجد نبوی میں افطار کے وقت بیٹھا ہوا ہوں دو ایک ہی صورت تین
نظر آئیں، نہ معلوم کیا بات تھی اُن کی صورت دیکھکر دل میں ایک درد سا اُٹھا
ایک غیر محسوس خطرے کے آثار دل و دماغ پر طاری ہو گئے ۔
آخر کیوں؟ کیوں کا تو کوئی جواب نہیں،
بہت ہمت سے جی کڑا کے پوچھا ،، آپ حضرات کہاں سے تشریف
لائے ہیں ؟
کہا ، مکے سے ،
اس جواب سے وحشت اور بھی زیادہ ہو گئی ۔
پھر پوچھا ، کیا آپ موٹر میں تشریف لائے ہیں ؟ ۔
کہا ——— ہاں
کس موٹر میں ۔
نجاح کمپنی کی ڈاج موٹر کار میں ۔
بس اب تو بالکل ہی جی بیٹھ گیا ۔ وہمی تصور کی تصدیق ہو گئی ۔
یقین ہو گیا کہ ——— یہ موٹر اب ہم کو یہاں سے لے جائیگی
افطار کے بعد ہی دوڑا ہوا ، مرکز پر گیا ، شوفر کا نام (محمد حسین)
لیکر پکارا ۔ اتبک امید کا چراغ اپنی دھیمی روشنی سے ٹمٹما رہا تھا ، مگر شوفر کی
ہاں نے رہا سہا رشتۂ امید یک قلم منقطع کر دیا ۔ شوفر سے ملاقات ہوئی
غضب تو دیکھئے ، بر وقت موٹر لانے کی مجھ سے ، داد بھی طلب
فرما رہے ہیں ،

ہنستے ہوئے آپ کس صفائی سے فرماتے ہیں" پرسوں سویرے یہاں سے چلنا ہوگا۔

یہ سُنکر، ـــــــــ مترس از بلائے کہ شب درمیان است

کہتا ہوا گھر واپس آیا، کچھ کھا پی کر منہ لپیٹ بستر پر پڑ رہا، پریشان خیالات میں آج کی تراویح بھی غائب کر دی۔

آدھی رات گئے۔ چپ چاپ بستر سے اُٹھ کر، سلطان غریبان، ملجا و ماوائے بیکسیاں کے دربار میں دوڑا گیا۔ مواجہ شریف میں پہنچکر اپنے جنون میں عرض کرنے لگا۔

کیوں حضور اپنے غلام سے ایسی کیا خطا دیکھی کہ اس قدر جلد قدموں سے دور ہونے کا حکم دیدیا۔ جنازے کی طرح موٹر دروازے پر آ لگی ہے۔ مجھے لیجانیکا سامان ہو رہا ہے۔ اچھے مسیحا! یہ مسیحائی کا وقت ہے ورنہ آپکے دربار کا شاعر (امجد) ہاتھ سے جاتا ہے۔

میرے سرکار! اچھے سرکار! پیارے سرکار! روک لو، خدا کیلئے جاں برلب آمدہ کو روک لو،

کیوں حضور! کیا یہ ناپاک اس مقام پر ٹھہرنے کے بالکل قابل نہیں ہے، کیا سچ مچ یہ گناہ گار ابن آدم اس جنت ارضی سے باہر کر دیا جائیگا؟ کیا میری زندگی اور راحت کی گھڑیاں موت اور تکلیف سے بدل جائینگی؟

رحم، رحم، اے رحمۃ للعالمین رحم

(مواجہ شریف سے بائیں طرف گز بھر ہٹ کر) یا سیدنا صدیق!

اے یارِ غارِ رسول اللہؐ! اے خلیفۂ اولین رسول اللہ! اے صہرِ رسول اللہ اے خلوت جلوت میں ساتھ رہنے والے اے سب سے پہلے رسالت کی تصدیق کرنے والے!

دل کی آتش سے مشتعل آیا ہوں
خستہ دل و ریش مضمحل آیا ہوں
اے دافعِ غم مخاطب لاتحزن
لیکر ترے پاس دردِ دل آیا ہوں

اپنی صداقت کا واسطہ، ستنا عائشہ کا واسطہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ، دربارِ رسالت میں میری سفارش کر للہ اس غریب کی مدد فرما (اُسی طرف گز بھر ہٹ کر) یا سیدنا عمر بن الخطاب، یا ناطق بالحق والصواب اے فاروقِ اعظم اے خلیفۂ دوم!

ملکِ راحت میں انقلاب آیا ہے
سر پر محشر کا آفتاب آیا ہے
یا ناطق بالصواب کہدے دو حرف
اُمید لئے یہ ناصواب آیا ہے

شکستہ بال کے ہر بال و پر میں آگ لگی
ارے کوئی تو بجھا دے جگر میں آگ لگی
ادھر جگر کی صدا ہے کہ پھک گیا دلِ زار
پکارتا ہے اُدھر دل جگر میں آگ لگی
ٹپک رہے ہیں جب آنکھوں سے گرم گرم آنسو
نہ کیوں یقین کروں چشمِ تر میں آگ لگی
بنا ہے گبر کا آتشکدہ دلِ مسلم
جگر میں سینے میں پہلو میں بر میں آگ لگی
ہر ایک قطرۂ خوں بنگیا شرر امجدؔ
چراغِ روح جلا، تن کے گھر میں آگ لگی

ایک صدا

نہیں ہے دل میں ترے دلنشیں کسی کی صدا
تو اپنی چیخوں میں سنتا نہیں کسی کی صدا

تو اپنے غل میں کسی کی صدا سُنے گا بھی
سنائے جائیگا سب کچھ ذرا سنے گا بھی

کسی کے درد کی کیونکر دوا کرے کوئی
تو خود ہی چیخ رہا ہے، تو کیا کہے کوئی

بھڑک رہی ہے ترے دل میں آگ تیزی سے
ارے تجھے تو نہیں فرصت اشک ریزی سے

تڑپ تڑپ کے بہت اسقدر نہ رو امجد
ہمارے فضل سے کیوں نا امید ہو امجد

جب آنسوؤں سے دل و چشم دھلتے جاتے ہیں
خدا کے فضل کے دروازے کھلتے جاتے ہیں

نگاہِ پاک سے لے دیکھ آیتِ رحمت
کہ کیسی چھائی ہے عالم پہ رحمت رحمت

صدا کی اس آخری صدا سے ہوش آگیا۔ آنکھیں کھل گئیں، آنکھ کھلتے ہی آیتِ رحمت پیشِ نظر تھی۔

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اللہ اللہ آیت تھی یا دریائے رحمت؟ چمکدار سیاہ حرف ہیں یا زخمِ دل کا مرہم؟ اگرچہ پہلے بھی اس آیتِ رحمت کو پڑھنے اور دیکھنے اور سننے کا بہت دفعہ اتفاق ہوا تھا مگر آج تو اس کی تجلی ہی نئی تھی، شان ہی جدا تھی۔

اس وسیع الرحمت آیت کی دوربین لگا کر تمام کائنات میں زمین میں

آسمان میں، اجسام میں، ارواح میں، غیب میں، شہادت میں، مشرق میں، مغرب میں، جنوب میں، شمال میں، جس طرف دیکھتا ہمہ اوست کی جلوہ گاہ تھی، ہر شہر مدینہ نظر آرہا تھا اور ہر ذرے میں جلوۂ رحمت،

رحمتی وسعت کل شیئ

ہے جلوہ فگن خدا کی رحمت سب میں
حق یہ ہے کہ، ہے محمدیت سب میں

اس آیت پاک کا مخاطب (صلی اللہ علیہ وسلم) مچلنے اور رونے والے نادان امجد کو صاف صاف سمجھا رہا تھا۔

کافی ہے ترے دل میں محبت میری
کافی ہے ترے واسطے نسبت میری
طیبہ ہی میں محدود نہیں ای امجدؔ
ہے رحمتِ عالمین رحمت میری

پہلوئے حقیقت میں شریعت بھی تو ہے
توحید میں تصدیق رسالت بھی تو ہے
بندے کیلئے معیت رب ہے ضرور
رب کے ہمراہ اُس کی رحمت بھی تو ہے

تو خاک نشین درگہ عالی ہے
قد تیرا ہمیں کے نخل کی ڈالی ہے
دیکھ ایک نظر آپ کو نادان امجدؔ
خود تیرا وجود، مجھ سے کب خالی ہے

رحمتی وسعت کُلّ شیئٍ

دوسری بات یہ کہ :-

سلام جنکی طرف سے مجھے کہا تونے
مری طرف سے انہیں بھی سلام کہہ دینا
حجاز ہو کہ دکن ہو شمال ہو کہ جنوب
ہر اک جگہ مری رحمت ہی عام کہہ دینا

ایک بات اور بھی سن لو، غیر ملک میں پندرہ روز کے قیام کی نیت سے مسافر بھی مقیم ہو جاتا ہے۔ تم نے تو یہاں ڈیڑھ مہینہ رہنے کی نیت کی تھی جس میں ایک مہینہ سے زیادہ ہو گیا۔ یعنی مقیمان مدینہ میں تمہارا شمار کر لیا گیا۔

تم نے اپنا آنا جانا ہم پر چھوڑا تھا، نصف رمضان تو یہاں کر لیا، نصف رمضان کعبہ میں بسر کرو، اس کا اچھی طرح یقین رکھو کہ تم کہیں رہو ہم سے علٰحدہ نہیں ہو سکتے۔

رحمتی وسعت کُلّ شیئٍ

سوز مٹا دیا گیا میرے شکستہ ساز سے
نغمہ کی آتی ہے صدا، نوحۂ دل گداز سے
اب تو مری نظر میں ہے حسن ہی حسن ہر طرف
خلعتِ عشق مِل گیا، بارگہِ حجاز سے
حاصلِ عمر مل گیا قلب فسردہ کھل گیا
پڑ گئی زندگی میں جاں اُنکی نگاہ ناز سے
برسوں کے بچھڑے مل گئے داغ دلوں کے جل گئے
لپٹی ہے اُن کی خاک پا میرے سرِ نیاز سے
بیٹھے تھے اک زمانے سے نورِ قدم کے منتظر
نکلے ہیں سجدے سینکڑوں آج تو سر نیاز سے

صلِّ علیٰ کا نانک نغمہ ہوگیا قابلِ عمل | رفع یدین کرسکے، کون اب اس نماز سے
دل کی شکستگی نے آج جوڑ دیا کسی کا تھا | دیکھ لیا رخِ حسیں اس درِ نیم باز سے
حالتِ وجد و ذوق میں ایسے کہے ہائے درد | ہم نے ملا دیا تجھے لے تیرے چارہ ساز سے

امجدِ نیم جاں کی جاں، جانِ جہاں کو پاگئی
بربطِ روح بھر گیا نغمۂ دل نواز سے

رخ کعبہ کی جانب ہے دل سوئے محمد ہے

۱۸ رمضان المبارک کی صبح کو اسی موٹر کار میں ہم اصحابِ ثلثہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو بطور رجعت قہقری روانہ ہوئے۔ گنبدِ پاک سے ٹکٹکی لگائے موٹر میں الٹ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ دل کہتا ہے۔ تم جاتے ہو تو جاؤ مگر مجھے یہیں چھوڑ جاؤ۔ آنکھیں رُو رُو کر چلا رہی ہیں کہ ہمارے ڈھیلوں کو اسی خاکِ پاک کے سپرد کر دو۔ بے درد موٹر اپنی پوری تیزی کے ساتھ اُڑا ہوا چلا جا رہا ہے جسم کعبہ کی طرف روانہ ہے روح گنبدِ اقدس کی طرف کھنچ رہی ہے۔ اسی کشاکش میں ایک قطعہ کہا گیا ہے ناظرین اس کو حجِ امجد کے اختتام پر ملاحظہ فرمائیں۔ اگر یہیں لکھدیا جاتا تو حجِ امجد کی داستان بھی اسی جگہ ختم ہو جاتی

جب تک گنبدِ پاک نظر کے سامنے تھا بغیر پلک جھپکائے برابر دیکھتے رہے، آخر آنکھوں نے گنبدِ پاک کو دیکھتے دیکھتے گنبدِ نور کی صورت پیدا کرلی، لیلیٰ پرست مجنوں کے ہر بُن مُو سے انا لیلیٰ کی آواز آنے لگی

اب تو:-

ہیں خاتم عشق کا نگینہ آنکھیں ہیں بحرِ محبت کا سفینہ آنکھیں
ہیں گنبد پرنور کی صورت یا کل کعبہ ہے اگر دل تو مدینہ آنکھیں

گنبد خضرا کا تصور اس قدر راسخ اور کالنقش فی الحجر ہو گیا کہ ہر جگہ اُسی کی تجلی نظر آتی تھی جہاں کوئی بلندی نظر پڑی قبۂ خضرا پیش نظر ہو گیا۔ جہاں کوئی سبز چیز یا سبزہ نظر آیا قبۂ خضرا کی مماثلت پیدا ہو گئی۔

وہ رحمتِ جملہ کائنات آتا ہے ہر سانس میں مانند حیات آتا ہے
رخصت ہو کر چلے تھے جس سے امجد یہ لیجئے وہ تو سات سات آتا ہے

الحاصل اس تصور کی تصویر کو سینے سے لگائے ہوئے دوسرے دن جدہ اور تیسرے دن مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ مکہ معظمہ کے مرکز پر عسکری نے ہمارے ڈرائیور سے پاس طلب کیا۔ پاس نزدیک نہیں تھا ڈرائیور موٹر سے اُتار لیا گیا۔ ہم ڈرائیور کے انتظار میں موٹر میں بیٹھے ہوئے تپ رہے ہیں۔ ڈرائیور اب آتا ہے نہ جب آخر کب تک پڑے ہوئے موٹر میں سڑتے وہیں ایک عربیہ (گھوڑا گاڑی) کرایہ سے ٹھیرائی۔ موٹر کا سامان اُتار کر عربیہ میں رکھا سامان رکھ کر ہم بھی سوار ہوئے۔ غریب گھوڑا استخوانی نسل کا سودا کا مدح تھا۔ اڑا اڑا دھم گاڑی لیکر زمین پر گر گیا۔ راکب کو بھی مرکب کی پیروی کرنی پڑی۔ گھوڑے کے گھٹنے پھوٹ گئے خون جاری ہو گیا۔ اُٹھانے کی بہت کوشش کیگئی۔ مگر نقش زمین کس طرح کھڑا ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے کوئی علاج نہیں تھا کہ جھٹ پٹ عربیہ سے سامان اُتار لیا۔

پھر دوسری عربیہ کرایہ کی گئی۔ پھر اُس میں سامان رکھا گیا جب ہم نے بھی سوار ہونیکا ارادہ کیا۔ گھوڑے کے پاؤں کپکپاتے ہوئے معلوم ہوئے، یہ بھی پہلے کے نقش قدم کا پیرو نظر آیا۔ ابھی چوٹ کھا چکے تھے فوراً گاڑی سے الگ ہو گئے۔ عربیہ کو سامان کی حد تک ہی محدود رکھا۔ دوپہر کا وقت رمضان کا مہینہ جلتی دھوپ میں مرکز سے مقام سکونت (باب ابراہیم) تک میل بھر پیدل۔

عسکری صاحب کی مہربانی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ شوفر کے ساتھ ہم بھی روک لئے جاتے تو کیا ہوتا۔ شکر ہے کہ ہماری جان تو چھوڑ دی۔

جاتے ہوئے مدینۂ طیبہ کے قریب آتے ہوئے مکہ معظمہ کے قریب غرض دونوں وقت کی مہمان نوازیاں قابل ستایش ہیں۔

سامان گھر میں رکھ طواف وسعی کر کے احرام کھولدیا، خدائے پاک کے فضل وکرم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے رمضان المبارک میں عمرہ نصیب ہو گیا۔ اِنَّ العمرۃ فِی رَمَضَانِ تعدل الحج ۃ

مکہ معظمہ کا رمضان

مکہ معظمہ میں رمضان المبارک میں بڑی چہل پہل رہتی ہے، عصر کے وقت باب الصفا وغیرہ کی طرف قدم رکھنے کو جگہ نہیں ملتی، اکثر آنے جانیوالے حجاج اپنے اپنے ملک کی کھاری میٹھی، سوندھی سلونی چیزیں بنا بنا کر بیچتے ہیں جن کا کوئی شمار نہیں ہو سکتا۔

میرے رفیق سفر نے تو اِن چیزوں کی بہتات دیکھ کر کہا کہ واقعی مکّہ کے ایک روزے میں ایک لاکھ روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ کیونکہ کھانے کے لئے ایک لاکھ چیزیں دستیاب ہوتی ہیں۔ افطار کے وقت تمام حرم کھچا کھچ بھرا رہتا ہے۔ مدینہ کی کھجور، اور زمزم کا پانی لئے ہوئے ہر شخص افطار کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے۔ افطار کے بعد لاکھ دو لاکھ کی جماعت کے ساتھ کعبے کے حرم میں مغرب کی نماز ہوتی ہے۔ تراویح میں کوئی خاص نظم قائم نہیں رہتا مکہ اور مدینے دونوں جگہ تراویح کی متعدد جماعتیں ہوتی ہیں۔

دن اور رات کے تغیر کے ساتھ کعبہ کی کیفیت میں بھی ایک خاص تبدیلی نظر آتی ہے۔ دن کی روشنی میں کعبہ ایک پندرہ سولہ گز کا مرتفع مکان سیاہ پردے میں ڈھکا ہوا نظر آتا ہے لیکن جوں جوں رات کی تاریکی بڑھتی جاتی ہے اُس کی شان اور کیفیت بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بلندی آسمان سے مل گئی ہے۔ کعبہ سے سطح آسمان تک کوئی فصل نظر ہی نہیں آتا

ہمارے ملک کی طرح یہاں بھی سحری اور افطار کی توپیں سر ہوتی ہیں یہاں گھڑیاں ٹھیک مغرب کی اذاں پر ملائی جاتی ہیں، یہاں مغرب کی اذاں پر بارہ بجتے ہیں۔ رمضان میں تمام دفاتر رات کو کھلے رہتے ہیں تمام لین دین خرید و فروخت رات ہی میں ہوتی ہے۔ سحری تک علی العموم کوئی نہیں سوتا۔ دن کے دو بجے تک بازار سُونے پڑے رہتے ہیں۔ عصر سے پھر وہی چہل پہل شروع ہو جاتی ہے تنگ گلیوں کے چھوٹے بازاروں میں سیر کرنے اور پھرنے سے جی ہی نہیں بھرتا۔ ہر دوکان عروس شبِ اول کی طرح سجی ہوئی ہے دوکانوں میں گیس کی روشنی ہر وقت رہا کرتی ہے۔ جس سے ریشمی اور زرین کپڑوں میں دونی چمک پیدا ہو جاتی ہے۔

کھانے پینے اوڑھنے پہننے کی روسی، ترکی، چینی، شامی، اشیاء کی کثرت سے ہر وقت کیا لوں۔ کیا نہ لوں کا سوال پیدا ہوتا رہتا ہے۔

کعبہ والے کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے مکہ معظمہ کا رمضان دکھا دیا۔

صاحبِ مدینہ کا بھی لاکھ لاکھ احسان کہ مدینے میں بھی بہت سے روزے ہو گئے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

عید رمضان

تیس رمضان کو عصر کے وقت چاند ہونے کی اطلاع ملی تو ہمیں بہر ہو لحاظ سے دوسری رمضان کو حرم کعبہ میں عید کی نماز ہوئی واسع المغفرۃ اتنا وسیع گھر اُس کی مخلوق سے کھچا کھچ بھر گیا۔ سڑکوں تک نوبت پہنچ گئی نمازیوں سے تمام راستے بند ہو گئے۔

یہ نماز بھی میری زندگی بھر میں ایک یادگار نماز تھی گویا مدینے کے دید کی کعبہ میں عید ہو رہی تھی۔

مرکز کعبہ کے گرد جماعت کے دائرے (جس طرح پانی میں پتھر پھینکنے سے پیدا ہوتے ہیں) یکے بعد دیگر چھوٹے بڑے دور تک پھیلتے چلے گئے تھے ایک کا رخ مشرق کی طرف، ایک کا رخ مغرب کی طرف کسی کا منہ شمال کی طرف، کسی کا منہ جنوب کی طرف، ایک پورب میں ایک پچھم میں ایک اتر میں ایک دکھن میں مگر سب کا نقطۂ نظر ایک کعبہ تھا، کعبہ سب کے پیش نظر تھا کعبہ ہی سب کا نصب العین تھا۔ سب کی تیلیاں سیاہ پھندے سے ٹکی ہوئی تھیں۔ اہل توحید صاحبانِ بصیرت کے لئے اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہ کا منظر پیش نظر تھا۔

کعبہ میں نماز کا طریقہ دیکھا — کثرت میں بھی توحید کا نقشہ دیکھا
ہر چند کہ مختلف ہی ہر اک کی سمت — لیکن ہر اک کو روبقبلہ دیکھا

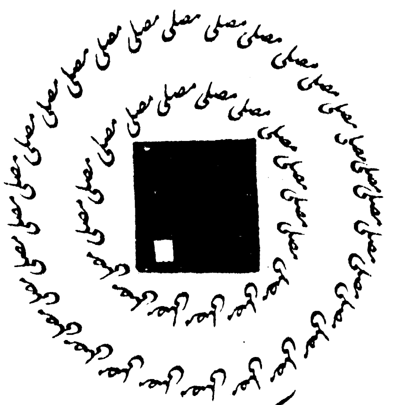

مسجد میں صلوٰۃ باجماعت دیکھی اُس قادر معبود کی قدرت دیکھی
ادنیٰ سا گدا شاہ کا ہمسر ہے یہاں ہم نے تو جماعت میں کرامت دیکھی

ایک ساتھ لاکھوں آنکھوں کی ٹکٹکی سے سچ مچ یہ محسوس ہوتا تھا کہ اس ——
گھر میں کوئی نہ کوئی ضرور ہے۔

بابُ الکعبہ کی طرف تو ہر وقت یہ گمان ہوتا تھا کہ اب پردہ اُٹھتا ہے اب حجاب مرتفع ہوتا ہے، اب دروازہ کھول کر کوئی برآمد ہوتا ہے۔

میں تو علی العموم باب الکعبہ ہی کی طرف نماز پڑھا کرتا تھا، فطری تقیّد نے اطلاق میں بھی تعین ڈھونڈھتا تھا۔ عید الفطر کی نماز، دو ڈھائی لاکھ کے مجمع کے ساتھ حرم کعبۃ اللہ میں اللہ اکبر، اللہ اکبر، خدا ہر مسلمان کو نصیب کرے۔

آنکھوں میں شرم دل میں ادب سر جھکا ہو جیسے کوئی غلام ہو مولا کے سامنے
اب کیا رہا نماز کی مقبولیت میں شک کرتا ہوں سجدے قبلہ و کعبہ کے سامنے
معراج کا اک ہی ہے زینہ: قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ

نماز عید سے فارغ ہو کر سنگ اسود کو بوسہ دیا۔ سنتے ہیں کہ سنگِ اسود رُبّ البیت کا سیدھا ہاتھ ہے۔ آج عید کے دن اُس سے بھی مصافحہ اور تقبیل کا شرف حاصل کر لیا۔ وہاں سے مکان واپس ہوئے راستہ میں دو کالونیاں گنبد سبز کی طرح سبز جھنڈیاں لہرا رہی تھیں۔ جن میں نور کی طرح سپید حرفوں میں

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ لکھا ہوا تھا

سُبحان اللہ کیا ہی بہتر عید ہے۔

ایک پردہ میں ہیں اللہ و رسول
یاں رسالت بھی ہے توحید بھی ہے
نور آنکھوں میں مسرت دل میں
واہ وا عید بھی ہے، دید بھی ہے

مکے میں ہمارے ہاں کے شیر خرمے کی جگہ بھنڈی کا سالن ضروری اور لازمی طور پر پکتا ہے۔

سُنا جاتا ہے کہ مکے میں آٹھ محلے ہیں ہر محلہ میں ایک دن عید ہوتی ہے دوسرے محلے والے ملاقات کو آتے ہیں۔ اسی طرح آٹھ روز تک عید ہوتی رہتی ہے عید کی توسیع کا اچھا طریقہ ہے کاش صحیح عید نصیب ہو۔

طوافِ کعبہ

دیکھیں کس جادہ پاؤں رکھیں دیدے سب کے گڑے ہوئے ہیں
کعبہ نے کہا طواف کے وقت سب چکر میں پڑے ہوئے ہیں

کعبے کے خصوصیات میں ایک بڑی خصوصیت اُس کا طواف ہے جب دیکھئے اندھیرا ہو اُجالا ہو، دھوپ ہو چھاؤں ہو، گرما ہو، سرما ہو، مگر طواف برابر ہوا کرتا ہے، میں نے تو کیا شاید کسی نے بھی آج تک کعبہ کو طواف سے خالی نہیں پایا، سنتا ہوں کہ بعض وقت مینہ کا سیلاب جب حرم میں آجاتا ہے اور مطاف لبالب پانی سے بھر جاتا ہے۔ طواف کرنے والے تیرتے ہوئے طواف کرتے ہیں۔ کعبہ کا پتھر ہے یا مقناطیس القلوب، خالی کعبہ کسی سے دیکھا ہی نہیں جاتا۔ طواف خود ایک عجیب چیز ہے اُس پر رَمَل اور بھی حیرت خیز عمل ہے۔ ہم نے سلمہ سے اس کا فلسفہ دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ ذکرِ الٰہی کے مراتب عقلی ختم کرنے کے بعد اکثروا ذکر اللہ حتیٰ یقال مجنون کی یہ آخری منزل معلوم ہوتی ہے۔

طواف کی خاص کیفیت نماز مغرب کے بعد قابلِ دید ہوتی ہے، مغرب کی نماز تمام نمازوں سے زیادہ کثیر تعداد میں ہوتی ہے وقت بھی ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اِس لئے پورا مطاف طواف کرنے والوں سے کھچا کھچ بھر جاتا ہے۔ تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی۔ بعض وقت تو کثرتِ خلائق سے دم گھٹنے لگتا ہے طواف کا منظر دور سے کھڑے ہو کر دیکھئے معلوم ہوتا ہے

کہ ایک چکّی چل رہی ہے اور قلوب پس رہے ہیں، ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے طواف کرنے والوں کے ساتھ کعبہ بھی گھومتا ہوا نظر آتا ہے۔

اک تار بندھا ہے سلسلہ کا — اِک اِک کے قدم پہ گر رہا ہے
میں کعبہ کے گرد پھر رہا ہوں — کعبہ ترے گرد پھر رہا ہے

علی العموم مغرب ہی کے وقت تمام مطوفین اپنے حاجیوں کو لئے ہوئے طواف کراتے ہیں۔ پیچھے پیچھے حاجیوں کی جماعت آگے آگے مطوفین مطوف صاحب کچھ فرماتے ہیں۔ حاجی صاحب کچھ کہہ رہے ہیں۔ بعض بعض وقت تو الفاظ کے تغیر سے حاجی کی دعا بد دعا کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ مگر مطوف صاحب اصلاح کی کوشش نہیں فرماتے بے دریغ اپنا کام کئے جاتے ہیں۔

معلم کو مؤلم بولتے ہیں — کہ ہر پہلو سے چٹکی لے رہا ہے
طوافِ کعبہ کے پردے میں سب کو — مطوف خوب چکر دے رہا ہے

ہم نے عمر بھر میں صرف پہلی دفعہ مطوف صاحب کیساتھ طواف کیا پھر شتر بے مہار کی طرح مہار توڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے طوطا کہانی پسند نہ آئی اپنا جو جی چاہا پڑھ لیا کرتے تھے۔

حرم میں بیٹھ کر اکثر سورۃ لِاِیْلٰفِ، فلیعبدو ربّ ہذا البیت (کعبہ کی طرف اشارہ کرکے) اور طواف میں حضرتِ ابراہیم و اسمٰعیل کی دُعا۔ رَبَّنَا اَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ؕ اکثر پڑھا کرتے تھے۔

؎ معلم کو بغیر صحت مخرج کے عوام مُؤلم بولتے ہیں جس کے معنے تکلیف دہ ہوتے ہیں۔

جب سے روضۂ پاک سے آیا ہوں، جب کبھی کعبہ کی گرد طواف کرتا ہوں بلاقصد و اختیار روضۂ پاک کا خیال ضرور آجاتا ہے۔ جب تک روضۂ پاک کو دیکھا نہ تھا بغیر کسی خیال کے صرف کعبہ کا طواف کیا کرتا تھا مگر اب تو رہ رہ کر "زمزم کو مرے ہاتھ سے لیناکہ چلا میں" کا قصہ ہو گیا ہے کیا کیا جائے جو خیال پر کوئی اختیار نہیں۔

در حریمش ہمہ جا دیدۂ بینا دیدے گرت اے اہل نظر! دیدۂ بینا بودے
دوش در طوفِ حرم مست الستے میگفت کاش! ایں کعبۂ ما گنبد خضرا بودے

مدینہ طیبہ سے واپسی کے بعد دعا بھی ذو جہتیں ہوتی۔ چاہئے روضۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھئے یا کعبے کے آگے۔ ۴۴

شب قدر اور داخلیٔ کعبہ

آج رمضان المبارک کی ستائیسویں رات شب قدر ہے عبادت گزاروں سے حرم کعبہ بھرا ہوا ہے۔ خیریت سے آج کی رات بابِ کعبہ بھی کھولا گیا ہے، حاجیانِ بابِ کعبہ (باپ بیٹے) دو موکلوں کی طرح دروازے کی دونوں جانب تشریف فرما ہیں۔

جس نے دور ہی سے بجلی کی روشنی میں نقرئی سکہ کی جھلک دکھائی فوراً اندر کھچ گیا۔ یا کھینچ لیا گیا زر سے دل سرد گرم ہو جاتا ہے۔ زر سے پتھر بھی نرم ہو جاتا ہے۔ اور جو مجھ سا غریب خالی ہاتھ باب کعبہ کے قریب ہی کیوں نہ پہنچ گیا ہو دور تک ڈھکیل دیا جاتا ہے۔

روغن کے سوا چراغ کب جلتا ہے   پانی کے بغیر نخل کب پھلتا ہے
ہر جا زر و سیم کا اثر ہے امجد   کھل جا سم سم سے کام کب چلتا ہے

مفلس بندگانِ خدا بُری طرح نکالے جانے پر بھی، شمع پر پروانوں کی طرح گرے جاتے ہیں اتنا دیکھنے اور سمجھنے پر بھی، ہمارے سر پر جو شامت سوار ہوئی جھٹ پٹ طواف ختم کر مضبوطی سے کمر کس بھیڑ کو چیرتے پھاڑتے زور آزمائی کرتے چلے، کہیں پاؤں پھنس گیا۔ کہیں دامن اُلجھ گیا۔ کہیں گریبان چاک ہو گیا کہیں دم گھٹ گیا، کہیں دماغ اُلٹ گیا لیکن دُور کی دلی نزدیک نہ ہوئی۔ باب الکعبہ تک پہنچنا محال ہو گیا۔ کئی مرتبہ واپس ہونیکا بھی قصد کیا۔ مگر اب واپسی بھی مشکل ہو گئی۔ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے اب کیا کرتا قدم سعی پیش تر بہتر کہتا ہوا آگے بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ آستانِ کعبہ تک پہنچ گیا۔ باب کعبہ کی بلندی پر بیٹھے ہوئے بزرگ کو بہت جھک جھک کر سلام کیا، اُنھوں نے ہاتھ کے اشارے سے سلام کا جواب بھی دیا۔ میں نے خیال کیا کہ ضرور پہچان لیا ہو گا۔ کیونکہ پہلی مرتبہ مدینہ طیبہ جانے سے پہلے داخلی کی غرض سے ہم نے حضرت کی خدمت میں مکان پر ایک پونڈ پیش کیا تھا۔ اُسوقت بڑے اخلاق سے گفتگو ہوئی تھی، چا بھی پلائی گئی تھی۔ دعوت دینے کا بھی وعدہ ہوا تھا۔ ہماری داخلی کا خاص طور پر انتظام کیا گیا تھا غرض جب سب کچھ ہوا تھا، مگر اب کچھ بھی نہیں، پھر انھوں نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا، اندر داخل کرنیکا تو کیا ذکر ہے، دینے والے دے رہے ہیں

مولانا صاحب روپے لیتے ہوئے دینے والے کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچ لیتے ہیں ہم بھی، او خانہ براندازِ چمن کچھ تو ادھر بھی۔ کہتے ہوئے کھڑے منہ دیکھ رہے ہیں جب دیکھا کہ زر کے سوائے اگر سر بھی دیا جائے تو کچھ کام نہیں چلتا، آخر ہم نے اپنی جیب کا جائزہ لیا نِصف ریال (= ۱۱؍) برآمد ہوا اسی کو غنیمت سمجھ کر پیش کیا مولانا نے پہلے تو لے لیا پھر نصف ریال کی صورت دیکھ کر لایمکن کہتے ہوئے واپس فرما دیا۔

افسوس، اُمید کا بجلی کی طرح روشن اور چمکتا ہوا چراغ لایمکن کی ذرا سی پھونک سے بالکل ٹھنڈا ہو گیا۔ ساری جد وجہد، تمام کوشش آنِ واحد میں فنا ہو گئی

امشب از بے زری خویش پشیماں رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم، ہمہ حرماں رفتم

طائرانِ حرم

حرم کعبہ میں نہیں معلوم کتنے ہزار کبوتر ہیں اور کب سے ہیں حرم میں پانی کا ایک قطرہ نصیب نہیں ہوتا غلہ کا ایک دانہ نہیں ملتا۔ مگر اطمینان سے ہر وقت صحن حرم میں کبک دری کی چال سے چلتے پھرتے رہتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ کبوتر ہزاروں مہجوروں اور مشتاقوں کے بھیجے ہوئے قاصد ہیں، جواب لیکر واپس جانے کی جگہ، اطمینان اور سکینت بخش جگہ دیکھ کر یہیں کے ہو رہے۔

اتنے کثیر تعداد میں کبوتر ہیں کہ جب ایک ساتھ مل کر اُڑتے ہیں۔ دھوپ میں

نماز پڑھنے والے نمازیوں پر، تھوڑی دیر کے لئے سایہ ہو جاتا ہے۔

عید الفطر کی نماز میں تو یہ حالت تھی کہ ہزاروں نمازی جگہ کی تنگی کی وجہ سے دھوپ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ طائرانِ حرم آہستہ آہستہ چکر لگاتے ہوئے تھوڑی تھوڑی دیر کیلئے نمازیوں پر اپنے پروں کا سایہ ڈالتے جاتے تھے،

اِن کبوتروں کا یہ قصہ بھی عجیب ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں رات دن حرم ہی میں رہا کرتے ہیں مگر ان کی بیٹ کہیں نظر نہیں آتی، تمام حرم ہمیشہ پاک صاف رہتا ہے۔

باب الکعبہ کے پردے پر جو نصف پردہ لپٹا ہوا رہتا ہے ہمیشہ دو کبوتر ضرور رہا کرتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ فرشتے ہیں، شاید یوں ہی ہو۔

حج کے زمانے میں مکے والوں کے ساتھ اِن کی بھی عید ہوتی ہے حجاج کثرت سے دانہ ڈالا کرتے ہیں دانہ دیکھکر سارے حرم کے کبوتر سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں دانہ ڈالنے والے کو ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ کچھ سروں پر منڈلاتے ہیں کچھ پاؤں میں لپٹتے ہیں کچھ بائیں طرف سے حملہ کرتے ہیں کچھ داہنی طرف سے آتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر میں جھولی چھین لیں گے۔

اگرچہ سب جنگلی کبوتر ہیں مگر وحشت کا نام نہیں، سمجھتے ہیں کہ حرم کعبہ میں کوئی ہم کو ستائیگا نہیں مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ پر پورا یقین ہے، ہماری طرح نہیں کہ ذراسی گھبراہٹ میں حرم سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

اسکی تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیے ۔

اِس دل میں ذرا یقین کی شان نہیں کہنے کو تو زندہ ہیں مگر جان نہیں
ہے، اور نہیں کے درمیاں ہے دن رات جگنو کی چمک ہے، میرا ایمان نہیں

یوم الھرب و یوم الحرب

۱۵ شوال ۱۴۰۰ھ جمعہ کا دن بھی عجب یادگار دن تھا۔ جمعہ کی نماز کیلئے حرم کعبہ نمازیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ تمام حجاج، تمام اہل مکہ، بوڑھے، بچے مرد عورت نماز جمعہ کیلئے حرم میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔

ہم کو آج جمعہ کا دن ہونے کی خبر ہی نہیں روز کی طرح اطمینان کیسا تھ نمازِ ظہر کے خیال میں خراماں چلے آرہے ہیں ۔ حرم میں نمازیوں کی کثرت دیکھ کر بھی جمعہ ہونیکا خیال نہیں آتا ۔ آج کے دن کی لاعلمی بھی بہت فائدہ مند ہوئی ورنہ ہماری اہلیہ صاحبہ بھی ضرور تشریف لاتیں اور نہ معلوم کیا ہوتا ۔

ہم اسی لاعلمی کے عالم میں بابِ ابراہیم کے سامنے والی کمانوں میں بدقت تمام سمٹ سمٹا کر جا بیٹھے ۔

کچھ لوگ سنتیں پڑھ چکے ہیں کچھ پڑھ رہے ہیں ۔ فرض نماز کا وقت قریب ہے سب واقعاتِ مستقبل سے بے خبر، نماز جمعہ کی دھن میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ یکا یک خاموش مجمع میں ایک زبردست ہل چل پیدا ہوگئی ۔ سارے حرم میں ایک تہلکۂ عظیم برپا ہوگیا ۔ بس سمجھ لیجئے کہ زمین میں قیامت خیز زلزلہ آگیا

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا کا منظر پیش نظر تھا۔ کھڑے ہوئے آدمی گر گئے۔ بیٹھے ہوئے دب گئے، دبے ہوئے پس گئے، سر سے سر تڑا تڑ ٹکرا رہے ہیں، ہاتھ منہ زخمی ہو رہے ہیں۔

قبلہ کی طرف سے بھاگنے والوں کی گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں اور چاروں طرف موسلا دھار برس رہی ہیں۔ آگے کی طرف دیکھ نہیں سکتے پیچھے کی طرف بھاگ نہیں سکتے، کیا ہوا کیا ہو رہا ہے؟ کسی کو اس کی خبر نہیں، آگے بڑھ کر معلوم نہیں کر سکتے پیچھے کی طرف بھاگ نہیں سکتے، عورتیں، بوڑھے بچے بھاگنے والوں کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ بھاگنے والے بہادر سروں کو کچلتے، گردنوں پر پاؤں رکھتے، اُچھلتے کودتے، بھاگے چلے جا رہے ہیں ہم نے اس ضیق النفس سے نکلنے کی کوشش ضرور کی، مگر قدموں کے سامنے گرے ہوئے غریبوں کو دیکھ کر آگے قدم بڑھانے کی ہمت نہ ہوئی اُدھر سے بھاگنے والے سروں پر گر گر کر آگے ڈھکیل رہے ہیں پیش پا اُفتادہ مخلوق آگے بڑھنے سے روک رہی ہے۔ ہم دونوں طرف سے دبے ہوئے بیچ میں کھڑے ہیں۔ سانس سینے میں گھٹ رہا ہے، جان لب آمدہ بر باز گرد یا بر آید حیبت فرمانِ شما پوچھ رہی ہے۔ آخر کار کعبہ کی کشاکش میں مدینہ والا، یاد آیا، مدینہ کی طرف رُخ کرکے یَا رَسُوۡلَ اللہ صلی اللہ علیک کہہ کر تین مرتبہ آواز دی۔ آپ یقین مانئے کہ اس صدا کے ساتھ ہی آگے قدم رکھنے کو رستہ مل گیا، ہم کو تو سانس لینے کیلئے صرف کمانوں کی حد سے باہر نکلنا منظور تھا۔ دس پانچ قدم میں باب ابراہیم کی طرف، صحن میں پہنچ گئے

سینہ کھل گیا۔ سانس کو آنے جانے کا راستہ مل گیا۔ صحن کی فضا میں پہنچکر دَم میں دَم آ گیا۔ یہاں آکر جس کو دیکھتا ہوں بھاگا جا رہا ہے۔

باب ابراہیم میں تلے اوپر آدمی ہی آدمی نظر آرہے ہیں۔ کوئی بیہوش پڑا ہوا ہے، کسی کا سر زخمی ہے، کسی کا پاؤں مجروح ہے، لیکن چوٹ کی خبر نہیں درد کی پروا نہیں، سب کا مطمح نظر ایک فرار ہے سب کو یہی دھن ہے کہ کسی طرح کعبہ کے حدود سے باہر ہو جائیں۔

جس سے پوچھتا ہوں بھائی صاحب واقعہ کیا ہے لَا اَدْرِی کہتا ہوا بھاگا چلا جاتا ہے واقعہ معلوم نہیں صرف بھاگنا معلوم ہے۔ آج حرم کعبہ میں مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا کا عکس نظر آرہا تھا سب کی یہی کوشش تھی کہ کسی طرح حرم سے نکل جائیں۔ جب تک حرم میں ہیں، جان کی اماں نہیں۔ اَلْعَظَمَۃُ لِلّٰہِ ط

ایسے وقت میں مجھے اپنے رفیق سفر کی تلاش ہوئی نہ معلوم اس یوم یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ میں اُس غریب کا کیا حال ہوا ہوگا؟ ہر طرف ڈھونڈھ رہا ہوں، کہیں پتہ نہیں ملتا، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پا برہنہ حرم سے جو بھاگے ہیں، سیدھے گھر ہی جاکر دم لیا ہے، بقول اُنہیں کے اگر ممکن ہوتا اور بیچ میں سمندر نہ ہوتا تو حیدر آباد تک بھاگتے چلے جاتے۔ میں وہیں حرم میں ٹھیرا ہوا تھا، اس واقعہ کی دریافت جان سے زیادہ عزیز معلوم ہوتی تھی، آخر ہمت کرکے ایک بھاگنے والے کو پکڑ ہی لیا اُس سے ابھی کچھ پوچھ ہی رہا تھا، اور وہ گھبرا گھبرا کر مری صورت دیکھ رہا تھا

کہ .... تڑ تڑ، بندوقیں چلنے کی آواز آئی اب کیا تھا، واقعہ سنانے والا میری کیا سن سکتا تھا ہاتھ چھڑا کر بھاگ کھڑا ہوا مجھ سے قریب ایک برقعہ پوش عورت کھڑی ہوئی تھی بندوقوں کی آواز سُن کر، اُوئی اُوئی اِنی اخاف اِنی اخاف کہتی ہوئی مجھ سے لپٹ گئی لوگوں کے آئے ہوئے حواس دوبارہ منتشر ہو گئے۔ گویا موت کا قطعی یقین ہو گیا۔ اب کی دفعہ پہلے سے زیادہ بھگدڑ پڑ گئی۔ عورتیں چیخ رہی ہیں مرد، کلمہ پڑھ رہے ہیں ہر طرف ایک گھبراہٹ اور سراسیمگی کا عالم چھایا ہوا ہے، دوسروں کی تو خبر نہیں، مگر مجھے دریافت واقعہ کا شوق، شدت سے دامنگیر تھا جی چاہتا تھا محلِ واردات پر چلا جاؤں اور دیکھوں واقعہ کیا ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ جنگ ہو گئی، کوئی کہتا ہے بندوقیں چل گئیں۔ آخر بہزار خرابی بصرہ، یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص منبر پر کھڑے ہو کر برہنہ تلوار لئے ہوئے موجودہ حکومت کے خلاف کچھ گفتگو کر رہا تھا،

عسکری نے اُس پر بندوق چلا دی۔ بندوق کی آواز سے قریب کے آدمی دور بھاگ کھڑے ہوئے اِن کو بھاگتے دیکھ کر دوسروں کے بھی قدم اکھڑ گئے۔ ایک کا اثر ایک تک پہنچتے ہوئے۔ پورے حرمِ کعبہ میں ہل چل پڑ گئی۔ جو ہے بھاگنے کیلئے تیار ہے اور بھاگ رہا ہے مگر راستہ کہیں نہیں ملتا۔ اگرچہ حرم کے تیس چالیس دروازے ہیں مگر بابِ ابراہیم کے سوا سب چھوٹے چھوٹے ہیں کسی کو نکلنے کے لئے

راستہ نہیں ملتا۔

پہلی گولی پر وہ شخص پوری طرح زخمی نہیں ہوا تھا اِس لئے دو گولیاں اور چلائی گئیں۔ آخر غریب اپنے خون آلودہ جسم کے ساتھ باب الکعبہ کے سامنے ممبر سے نیچے گر پڑا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا

بہت دیر کے بعد اصل واقعہ کی اطلاع پر حرم کے پسماندہ نمازی اپنے گئے ہوئے حواس کے ساتھ پھر جمع ہوئے جو باہر نکل گئے وہ تو کاہیکو واپس آتے، موجودہ تھوڑی سی جماعت کے ساتھ جمعہ کی دو رکعتیں فرض کی طرح ادا کری گئیں۔ مذاق کا ایک باب ختم ہوا۔

بیسیوں سر پھٹ گئے سینکڑوں کچل گئے۔ بہت سے دب گئے بہت سے پس گئے۔ آخر میں کیا معلوم ہوا کہ :-

ایک شخص پر تین دفعہ بندوقیں چلائی گئیں اور بس۔

"تقلید خرد کی کوتہی ہی کہ نہیں تحقیق سے بھی کچھ آگہی ہے کہ نہیں
ہر نقل کی اصل بھی تو ڈھونڈا ای امجد دیوانہ نقل اعقل بھی ہے کہ نہیں"

دوسرے جمعہ کو باوجود اس واقعہ کے ہماری بیوی صاحبہ نے بھی چلنے کی ٹھیرائی۔ ہم نے کہا کہ اگر آج بھی وہی کیفیت ہو تو تم کیا کروگی؟ کہا، بس ایک ہی جگہ جمے رہیں گے جو ہونا ہے ہو رہیگا۔ مکہ میں رہ کر نماز جمعہ حرم میں نہ پڑھنا شرک کی طرح ظلم عظیم ہے۔

اُن کے اصرار پر، تَوَکَّلْنَا عَلَی اللہ ان کو ساتھ لیکر حرم میں گئے باب ابراہیم کے سامنے والی کمانوں میں عورتوں کے ساتھ اُن کو بھی

بٹھا دیا۔ چونکہ نماز کیلئے ابھی بہت وقت باقی تھا ہم تھوڑی دیر کیلئے مدرسۂ فخریہ کے کوٹھے پر چڑھ گئے۔

ابھی بیٹھے ہوئے تھوڑی دیر گزری تھی کہ نیچے سے زبردست چیخ پکار شور وغل کی آواز آنے لگی فوراً کھڑکی سے منہ نکال کر باہر دیکھا تو پھر اسی طرح گزشتہ سماں پیش نظر تھا۔ اسی طرح مخلوق برابر بھاگ رہی تھی۔ اب کی دفعہ ایک مصیبت اور نئی پیدا ہوگئی تھی وہ یہ کہ دروازوں میں عسکری ہاتھ میں بید لئے ہوئے بھاگتوں کی بُری طرح مرمت کر رہے تھے، حرم کے اندر امن نہ تھا باہر عسکری زدوکوب کر رہے تھے، ایک برہنہ سر کے مونڈھے ہوئے سر پر تڑاق سے بید پڑی۔ خون کی چادر سر سے ہوتی ہوئی چہرے تک پہنچ گئی، بے زبان حاجی، نہ اندر ٹھہر سکتے ہیں، نہ باہر قدم رکھ سکتے۔ اِدھر ہے موت کی صورت ؛ اُدھر ہے خوف کا نقشہ یَأْتِي الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ؛ ہم فوراً کوٹھے سے نیچے اُترے مدرسۂ فخریہ کا چھوٹا سا دروازہ بھاگنے والوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا وہ اِدھر ٹوٹ رہے ہیں میں اُدھر نکلنا چاہتا ہوں، دب دَب گیا پِس پِس گیا، سب کچھ ہوا مگر میری ہمت میں کوئی تزلزل نہیں آیا۔ میں نے بھی حرم میں داخل ہونیکی قسم کھالی تھی اس خیال نے، کہ نہ معلوم اس بھاگ دوڑ اور انسانی زلزلہ میں میری بیمار اہلیہ کا کیا حال ہوا ہوگا دماغ میں جنون کی کیفیت پیدا کر دی۔

ایک تنفس کا جنون ہزار عقل والوں پر غالب آگیا، ٹڈی دل مخلوق کائی کی طرح سامنے سے پھٹ گئی۔

مسکینوں سے باوقار بھی ڈرتے ہیں پیدل سے کبھی سوار بھی ڈرتے ہیں
اے اہل خرد! شان جنوں تو دیکھو دیوانوں سے ہوشیار بھی ڈرتے ہیں

میں بھیڑ کو چیر پھاڑ کر صحن حرم میں داخل ہو گیا، صحن حرم میں قدم رکھتے ہی بیوی کو سامنے ہی کھڑا ہوا پایا۔ خدا کی قسم ساری مصیبت بھول گیا اس محشر زا ہنگامہ میں اُن کا اس قدر جلد مل جانا، اپنے مقام نشست سے ضعف و بیماری کی حالت میں اتنی دور تک صحیح و سالم نکل آنا، اور ٹھیک میرے سامنے، اللہ اکبر، اللہ اکبر، رب البیت کی قدرت کا زبردست مظہر تھا، بیاختہ زبان پر فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ جاری ہو گیا

آج کے واقعہ کی تفصیل یہ معلوم ہوئی کہ جلالۃ الملک کے بلند اقبال ولی عہد نماز جمعہ کیلئے تشریف لائے، اُن کے آگے پیچھے بہت سے عسکری بندوقیں اُٹھائے تیز قدمی کے ساتھ چلے آرہے تھے، گزشتہ جمعہ کا خوف دلوں میں ابھی باقی تھا مسلح عسکریوں کی وحشیانہ تیزی تیز قدمی سے چند جاوی گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

پھر کیا تھا، گزشتہ ہول کا سماسب کے دلوں میں سما گیا۔ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ عسکری دریافت واقعہ کیلئے بندوقیں ہاتوں میں سنبھالے ہوئے جو ہر طرف دوڑ رہے تھے مصیبت پر مصیبت تھی ہر شخص یہ سمجھ رہا تھا کہ اب گولی چلی، اب سر اڑ گیا،

الحاصل بہت کچھ ابتری اور سراسیمگی کے بعد ڈیڑھ دو گھنٹے میں مذاق کا یہ دوسرا سین بھی ختم ہوا۔ وَالحمدُ لِلّٰہِ عَلیٰ اِحسَانِہٖ

صَلوٰۃ مُوجبِ نجات

مکہ میں آج کل نماز اور وہ بھی باجماعت نماز کی سخت تاکید ہے نماز کے پانچ دس منٹ پہلے بازاروں میں عسکری، الصَّلوٰۃ الصلوٰۃ پکارتے پھرتے ہیں، نماز جماعت کے بعد جو شخص بھی سڑک پر نظر آجاتا ہے فوراً دھر لیا جاتا ہے، موقع جو عسکری اُس غریب کو، انجمن امرین بالمعروف والناہین عن المنکر کے مسلخ کی طرف بھیڑ کی طرح ہانکتے ہوئے لیجاتے ہیں اس مذہبی پردے میں بڑے بڑے قیمتی عبا والوں کی عزت میلے کپڑوں کی طرح اتاری جاتی ہے شریف رذیل، عالم، جاہل، پہلوان ناتوان سب کو تلواروں کی چھاؤں میں نہیں تو بیدوں کے سایہ میں انجمن مذکور الصدر تک جانا پڑتا ہے اڑ جانے والوں کی تعزیر تو اسی وقت شروع ہو جاتی ہے۔ سر بازار سر پر تڑاتڑ بید پڑتے ہیں جماعت کے آخر وقت تک جو شخص بھی حرم میں پہنچ گیا بچ گیا باہر رہا مارا گیا دُبلی پتلی بید کے آگے موٹے تازے آدمی بھی بید کی طرح کانپ جاتے ہیں اہل مکہ کو پانچوں وقت من دخلہٗ کان آمنا کی اچھی طرح تصدیق ہو جاتی ہے، نار دوزخ سے بچانے والی صلوٰۃ نجدیوں کی مار سے بھی بچالیتی ہے اللہ اللہ صلوٰۃ دین و دنیا دونوں میں موجب نجات ہے

ایک دفعہ اپنی گھڑی کی غلطی سے نماز عصر کے ایک دو منٹ بعد، نماز کے لئے جا رہے تھے مسفلے کی گلی سے باہر ہونا ہی تھا کہ دھر لئے گئے۔

بہادر عسکری نے ایک غریب مسافر پر حملہ کر ہی دیا ایک پنجابی نوجوان بھی ہمارے ساتھ تھے وہ ہمارے پیچھے چھپ رہے - پہلے حملہ میں ہم بھی کسی قدر پسٹ پٹا گئے۔ پھر ذرا سنبھلکر آگے بڑھے، عسکری نے بیدبڑھائی ہم نے بھی کہا لانا تو میری قرولی۔ اُس نے تیوری چڑھائی ہم نے بھی آستین چڑھالی۔ اس نے آنکھیں نکالیں ہم نے بھی ٹکٹکی جما دی، اب بظاہر جانبین کی پرلطف بغل گیری، اور ایک ہندی اور نجدی کے زبردست تصادم میں کوئی پردہ حائل نہ تھا، دارالامن میں دونوں طرف سے اسباب حرب اچھی طرح فراہم ہوگئے، مگر نہ معلوم کیا ہوگیا کہ عسکری نے پوچھا، تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی، ہم نے اپنی گھڑی نکالکر دکھا دی جو صحیح وقت سے پانچ منٹ سست تھی گھڑی دیکھکر رُح رُح (جا جا) کہتا ہوا دوسرے ماخوذین کو ساتھ لے آگے چلتا ہوا، ہات تیری کی ہم ادھر چلتے ہوئے پکڑی ہوئی بھیڑوں میں ایک بھیڑ جان بچالے گئی شیخ نجدی کے پھنس کر نکل گئے، مگر پھر کب تک؟۔

اِنَّ اللہ یُمھِلُ وَلَا یُھمِلُ

امجد صاحب بچو گے آخر کب تک اِسطرح بنے رہوگے شاعر کب تک
اک دن پھنسنا ہی تم کو یاں ہوکہ وہاں یہہ باطن بد نہو گا ظاہر کب تک

جبل ثور

مکہ معظمہ کے پہاڑوں میں تین پہاڑ زیادہ مشہور رہیں -

جبل ابو قبیس - جبل النور - جبل ثور

جبل ابو قبیس وہ پہاڑ ہے جہاں ماہِ عرب کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تھے -

دوسرا جبل النور جہاں غارِ حرا واقع ہے جس میں ابتداءً وحی نازل ہوئی تھی
تیسرا جبل ثور جس پر وہ غار واقع ہے، جہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، ہجرت کی رات کنز مخفی کی طرح مخفی ہو گئے تھے

جبل نمرا تو حرم سے قریب ہی ہے، اس کی زیارت تو بہت آسانی سے ہو گئی، جبل نمرا کو باہر ہی سے دیکھا اگر پہاڑ پر چڑھ کر غار حرا میں داخل نہ ہو سکے، کیونکہ نجدی یہاں زیادہ رہتے ہیں اور بزعم خود زائرِ جبل النور کو مشرکانہ حرکات سے بُری طرح روکتے ہیں -

تیسرا جبل ثور اس پہاڑ اور اس غار کو دیکھنے کا ہم کو بچپن سے شوق تھا قرآن میں جب کبھی، ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ، پڑھتے کسی نہ کسی غار کی شکل سامنے آجاتی تھی، مکہ معظمہ جانے سے پہلے ہی اس غار شریف کو دیکھنے کا ہم نے مصمم عزم کر لیا تھا -

مکہ آکر تو اور بھی بے چین ہو گئے - جس سے جبل ثور کا پتہ پوچھتے

لَا اَعْلَم کہتا اور جو کوئی پتہ جانتا تھا، ہم کو جانے سے روکتا تھا۔
حکومت کی ممانعت، مسافت کی بعدت، دھوپ کی شدت، ریگستان کی تپش، بلند پہاڑوں کی چڑھائی سے خوف زدہ کر دیتا پھر بھی ہم روز تجویزیں سوچا کرتے۔
آخر کب تک صبر کرتے، کہاں تک ضبط کرتے۔ ایک دن نماز فجر کے بعد توکلت علی اللہ ایک دوست کے ساتھ کچھ پانی اور روٹی لیکر چل کھڑے ہوئے سویرے کا وقت تھا ٹھنڈے ٹھنڈے بہت دور تک چلے گئے ڈیڑھ دو گھنٹہ میں ریتیلا راستہ ختم ہوا، اُس کے بعد پہاڑ کی چڑھائی شروع پہلا پہاڑ کمر ہمت چست باندھ کر حسبت و خیز کرتے ہوئے خوشی خوشی سے طے کر لیا۔ اُس کے بعد دوسرا پہاڑ شروع ہوا۔ اب کسی قدر قدم سعی میں لڑکھراہٹ پیدا ہوتی چلی، پھر بھی دھوپ کم تھی، آہستہ آہستہ چلے جاتے تھے، ایک گھنٹہ میں دوسرا پہاڑ بھی ختم ہوا اب تیسرا پہاڑ، اور سب سے بڑا پہاڑ سامنے تھا۔ اب تو طاقت طاق ہو گئی پاؤں نے بالکل جواب دیدیا، تھک کر بیٹھ گئے۔ دھوپ آہستہ آہستہ تیز ہوتی چلی، سایہ کا کہیں پتہ نہیں، لامحالہ پھر اُٹھنے اور چلنے پر مجبور ہوئے اور قدم گنتے ہوئے چلے کہیں تو دور تک ڈھلواں پتھروں کی چڑھائی تھی، کہیں تیز اور نکیلی چٹانیں تھیں۔
پانی کے دو دو گھونٹ پیتے قدم بڑھاتے چلے جا رہے تھے۔
ہر مقام پر یہ خیال آتا تھا کہ ہجرت کے وقت اندھیری رات میں، ایسے

دشوار گزار مقام، اور ایسے تیز اور نکیلے تپھروں میں اتنے بلند پہاڑوں پر
تیرہ سو برس پہلے، چڑھنے والے کس طرح چڑھے ہوں گے، کسی نے کہا

پیش قدمش چہ وزن دارد این کوہ
در چشم زدن ہر آنکہ بر عرش رود

بمشکل تمام بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ کہتے ہوئے تیسرے پہاڑ کی
چڑھائی بھی ختم کر دی اور اُس غار پر پہنچے، جہاں رسول اللہ اور رسول اللہ
کے دوست صدیق اکبرؓ نے تین شبانہ روز بسر کئے تھے،

غار کا دہانہ بہت تنگ ہے۔ تخمیناً زیادہ سے زیادہ ایک فیٹ ہوگا
اس میں داخل ہوتے ہوئے پہلے تو مجھے بہت تامل ہوا کہ اس تنگ دہانے
میں میں کس طرح داخل ہو سکوں گا،

مگر پھر بچپن کی سُنی سُنائی بات یاد آگئی کہ اس غار میں ایماندار آسانی سے
داخل ہو سکتا ہے، اِس خیال کے ساتھ ہی لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ط
پڑھتا ہوا بیٹ لیٹ کر، پیٹ کے بھل گھسٹتا ہوا اندر داخل ہو گیا، پیٹ اور
پیٹھ غار کے دو طرفہ دہانے سے پوری طرح کس گئے، میں اسی طرح گھسٹتا ہوا
اندر گھس پڑا۔ یہ امر متیقن تھا کہ جس دہانے سے اُن دونوں پاک ہستیوں کا
جسم اطہر مس ہوا ہے، آج اس گناہ گار کا جسم بھی اُس سے مس ہو گیا ہے

دربار میں گر بار نہیں ور ہی سہی
مجھ کو ترے آستاں کا پتھر ہی سہی
مقصد یہ ہے کہ تجھ سی مس ہو جاؤں
دستِ شفقت نہیں تو ٹھوکر ہی سہی

غار، اندر سے وسیع ہے، دو تین آدمیوں کے بیٹھنے اور سونے کی کافی جگہ ہے

غار میں داخل ہو کر جو کیفیت مجھ پر طاری ہوئی ناقابلِ بیان ہے، صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ تیرہ سو صدی کے بعد بھی غار کا ذرہ ذرہ کسی کی لطیف بُو سے مہک رہا تھا، گوشہ گوشہ سے بُوئے محبت آ رہی تھی میری نظر میں تو ہر چٹان سونے کی کان نظر آتی تھی اور مٹی کا ہر ذرہ اکسیر معلوم ہو رہا تھا۔ اکسیر بھی وہ اکسیر جو کھوٹے دلوں کو کھرا اور کہنہ ایمان کو ازسرِ نو تازہ کرتی ہے۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری۔ سیدنا صدیق کی جانبازی یعنے پہلے خود غار کے اندر جاکر غار کو پاک صاف کرنا۔ اپنے لباس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے غار کے روزنوں کو بند کرنا، حضور انورؐ کا زانوئے صدیق پر سر مبارک رکھکر آرام فرمانا، کفار کا، ایمان والوں کی تلاش میں دہانہ غار تک پہنچ جانا، کبوتر کا انڈے دینا۔ دہانہ غار میں مکڑی کا جالا تننا، کافروں کی آواز سے سیدنا صدیق کا حضور انورؐ کو خبر دینا، حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرمانا تبلیغِ اسلام میں بانیٔ اسلام کا ایسی سخت مصیبت برداشت کرنا۔

غرض ایک ایک کرکے اس غار کی ایک ایک خصوصیت یاد آتی گئی، جہاں تک میرے امکان میں تھا غار کے کسی کونے اور حصہ کو سجدے سے خالی نہ چھوڑا آنکھیں تو کیا دیکھتیں اُن پر تو آنسوؤں کی پٹی بندھی تھی۔ مگر دماغ کسی کی بوئے لطیف سے معطر ہو رہا تھا کان برابر لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کی صدا سے گونج رہے تھے۔

سنہ ۱۳ھ روز پنجشنبہ کا واقعہ، آج سنہ ۱۳۴۶ھ روز پنجشنبہ کو بھی تازہ معلوم ہو رہا تھا اے غار تو ہمیشہ آباد رہے تو نے عرش پر جانے والے شہنشاہ کون و مکاں کو تین دن اپنے گھر مہمان رکھا۔

اے غار، تو نے اور تیرے ساتھ والوں (مکڑی کبوتر) نے اللہ کے رسول کی تین دن حفاظت کر کے قیامت تک اپنی سعادت و شرف کا تحفظ کر لیا۔

اے غار تیرا ذرہ ذرہ ایمان والوں کے نور سے چمک اُٹھا۔ تیری ظلمت میں تین دن رسالت و صداقت کی بجلیاں چمکتی رہیں"—— جب کہ مکے کا ہر شخص دشمن بنا ہوا تھا۔ اُس وقت تو نے اپنی دوستی اور سچی دوستی کا ثبوت دیا—— جب کہ سارے بَلَدُ الاَمِین میں کہیں پناہ کی جگہ نہ تھی تو نے پناہ کے لئے اپنا تنگ دھانہ کھول دیا اے غار خدائے تعالیٰ ہمیشہ تجھے اپنے نور سے معمور رکھے تو نے نور خدا کو بدبینوں کی نگاہ سے اپنی ظلمت میں چھپا لیا۔

جبلِ ثور! ترے غار کا ذرہ ذرہ
پاک انوار سے معمور نظر آتا ہے

جبلِ ثور! ترے غار کا یہ تنگ حصار
رحمتِ خاص سے محصور نظر آتا ہے

جبلِ ثور! ترے کان میں اک بات کہوں
یاں، خزانہ مجھے مستور نظر آتا ہے

جبلِ ثور! کہاں پونچا ہے پایہ تیرا
تو تو تاجِ سرِ فغفور نظر آتا ہے

تیری تاریکی میں پتلی کی چمک پاتا ہوں
تو کسی کا مجھے منظور نظر آتا ہے

جبل ثور! عجب طور ہے تیرا واللہ   تیرے ہر سنگ میں اک طور نظر آتا ہے
جبل ثور! تجلی رُخ انور سے
اب تو، تو ہی جبل النور نظر آتا ہے

میزاب رحمت

یوں تو میزاب رحمت اجابت کیلئے مشہور مقام ہے اس کے نیچے کھڑے ہو کے دعا مانگنا موجب قبولیت ہے۔

لیکن مینہ برستے وقت اس کی کیفیت اور دوبالا ہو جاتی ہے اس کا منظر خاص طور پر اس وقت قابل دید ہوتا ہے۔ مکہ میں برسات بہت کم ہوتی ہے لیکن ہماری خوش قسمتی سے نادر طور پر ہمارے زمانہ میں ایک نہیں دو مرتبہ خوب شدت سے مینہ برسا۔

حرم کے تمام پرنالوں سے زور و شور کے ساتھ پانی گر رہا تھا تمام مطاف میں پانی ہی پانی ہو گیا تھا بچے کودکود کر نہا رہے تھے طواف کرنے والے اب بھی برابر طواف کر رہے تھے۔ حطیم (خانہ کعبہ کا قدیم حصہ) کے اندر میزاب رحمت کے نیچے ہزاروں بندگان خدا کا ہجوم تھا میزاب رحمت سے پانی گر رہا ہے، کوئی ہاتھ پھیلائے ہوئے، کوئی منہ کھولے ہوئے کوئی دامن پسارے ہوئے کوئی لوٹا کوئی برتن کوئی پیالہ ہاتھ میں اُٹھائے ہوئے۔ میزاب رحمت سے گرتے ہوئے پانی کو لے رہا ہے۔ کسی نے چھتری کھول کر

اُلٹی کر رہی ہے کوئی رُومال اُڑا اُڑا کر اڑتے ہوئے قطروں کو جذب کر رہا ہے ہر ایک میزاب رحمت کی طرف دیکھتے ہوئے زبانِ حال سے کچھ تو ادھر بھی پکار رہا ہے ۔

سب کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہیں صاف طور پر نظر آرہا ہے کہ آسمان والا کریم دے رہا ہے اور زمین والے سائل لیتے جاتے اور مانگتے جاتے ہیں اکثر لوگ میزاب رحمت کے عین نیچے کھڑے ہوئے ہیں کچھ لوگ کشاکش کی وجہ سے دور ہی کھڑے ہوئے میزاب رحمت کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دُعائیں کر رہے ہیں ۔ میرا شمار بھی انہیں لوگوں میں ہے اپنی قسمت کی نارسائی پر میزاب رحمت کی طرح قطراتِ اشک بہاتا ہوا دُور ہی سے سب تماشے دیکھ رہا ہوں ۔ لیکن رحمت کی وسعت ملاحظہ فرمائیے میزاب رحمت سے نیچے گرتے ہوئے پانی کو ہوا کا زبردست جھونکا اس طرح اُڑا دیتا ہے کہ مجھ پر اور مجھ سے بھی دور کھڑے ہونے والوں پر دو چار قطرے پڑ جاتے ہیں ۔ جب اس طرح دور سے مجھے بھی دو چار چھینٹے دئے گئے ۔ دل کی بھڑکتی ہوئی آگ بجھ گئی ۔ انتہائی خوشی سے بھر آنکھوں میں آنسو آگئے ۔ میزاب رحمت کے قطراتِ باراں نے روتی آنکھوں کے سامنے ، رب البیت کے اصلی جوش رحمت کا نقشہ کھینچ دیا ۔ وہ حدیث شریف یاد آگئی جس میں کسی چڑیا کو اپنے بچوں کے لئے تڑپتا دیکھکر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا ۔

"قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے"

خدائے تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

حج

ایام حج قریب آ رہے ہیں، مکے میں روزانہ متعدد قافلے اُتر رہے ہیں
اشیا، خوردنی و پوشیدنی وغیرہ میں بھی اُسی رفتار سے آہستہ آہستہ گرانی

فضائلِ حج - حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔ حج مبرور ہوکے کو کھانا کھلانے اور باہم خوش اخلاقی کا نام ہے حج ہر ضعیف کا جہاد ہے۔ حاجیوں سے ملائکہ مصافحہ کرتے ہیں۔ حاجی کے ہر قدم پر ایک گناہ کم کیا جاتا ہے اور ایک نیکی زیادہ کی جاتی ہے۔ اور ایک درجہ بڑھایا جاتا ہے جس نے ارکانِ حج ادا کیا ہو اور کسی مسلمان کو اُس سے تکلیف نہ پہنچی ہو تو اُس کے گناہ معاف کرنے جاتے ہیں۔ گویا ماں کے پیٹ سے وہ ابھی پیدا ہوا ہے۔ حاجی جاتے آتے دونوں وقت اللہ کی ضمانت میں ہے حج حاجی کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے جس طرح پانی میل سے پاک کر دیتا ہے۔ حج کے تمام اخراجات راہ خدا میں محسوب ہوتے ہیں۔ جب حاجی عرفات میں جمع ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرما کر فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے کیا تم نے میرے ان بندوں کو دیکھا کہ کس طرح پریشان حال گرد و غبار میں آتے ہوئے میرے حکم کی تعمیل میں دور دراز راستوں سے سفر کرتے ہوئے میرے عذاب کے خوف میری رحمت کی اُمید میں آئے ہوئے ہیں حالانکہ وہ مجھے نہیں دیکھ رہے ہیں دیکھ لیں تو نہ معلوم کیا کریں۔ ایسے وقت میں حاجی کے گناہ قطرات باراں کے برابر ہوں یا ذراتِ ریگستان سے زیادہ خدائے تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے
اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

کیفیت حج

حج کے تین ارکان ہیں (۱) نیت حج احرام باندھنا (۲) نویں ذی‌الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنا۔ (۳) طواف الزیارۃ کرنا۔ طریقہ یہ ہے کہ ساتویں تاریخ حرم میں احرام باندھ کر آٹھویں کو نماز فجر تک منا میں پہنچ جاتے ہیں (جو مکہ سے تین کوس ہے منا میں پانچ نمازیں پڑھ کر نویں تاریخ کی فجر کو

بڑھتی جا رہی ہے۔ حرم میں روزانہ نئے نئے مختلف الہیئت حاجیوں کی صورتیں نظر آتی ہیں۔

ابتداءً ہم جب مکہ پہنچے ہیں ہر طرف جاویوں کی کثرت تھی۔ ملتزم پر جاوی۔ مقامِ ابراہیم پر جاوی حطیم میں جاوی۔ غرض ہر طرف جاوی ہی جاوی نظر آتے تھے اور انہیں کا اثر غالب تھا۔ ان کے بعد سلیمانیوں (سرحدی پٹھانوں کی آمد شروع ہوئی ان کے آگے کسی کو چوں کرنیکی طاقت نہ تھی، اُن کے ہوتے جاویوں کو سنگ اسود

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴

عرفات جاتے ہیں جو مکہ سے نو کوس ہے، عرفات کے میدان میں مغرب تک رہ کر مزدلفہ (مشعر الحرام) آتے ہیں۔ (یہ مقام منا اور عرفات کے درمیان میں ہے) مزدلفہ میں رات بھر رہ کر وہاں (۴۹) کنکریاں چنکر منا کو چلے جاتے ہیں۔ منا پہنچکر رمی جمار کرتے ہیں۔ رمی جمار کے بعد قربانی کیجاتی ہے اور قربانی کے بعد سر منڈھاتے ہیں یا بال کٹواتے ہیں اور احرام نکال کر کپڑے پہن لیتے ہیں۔ رمی جمار کیلئے تین دن منا میں ٹھہرتے ہیں بعض لوگ دسویں تاریخ ہی منا سے مکہ جاکر طواف الزیارۃ کر لیتے ہیں اور بعض بارھویں تک بھی کرتے رہتے ہیں طواف الزیارۃ کے بعد ارکان حج کی تکمیل ہو جاتی ہے

دُعائیں ہر وقت ہر مقام کی دعائیں علیحدہ علیحدہ ہیں، حرم کعبہ میں مطوفین اور حرم مدینہ میں مزورین پڑھا دیا کرتے ہیں مطوف کا اصل کام بھی یہی ہے۔ ان دعاؤں کا مجموعہ مکہ معظمہ میں باب السلام کی طرف کتب فروشوں کی دوکان میں مل جاتا ہے۔ البتہ وہ کلمات جو احرام باندھتے وقت اور احرام کے بعد زمانہ حج میں کثرت سے پڑھے جاتے ہیں جنکو تلبیہ کہتے ہیں یہہ ہیں۔

لبیک اللّٰھم لبیک لاشریک لک لبیک اِنّ الحمدُ والنعمۃ لک والملک لک لاشریک لکَ ۝

طواف کے شروع کرتے وقت یہ دعا پڑھتے ہیں اللّٰھُمّ اِیمانًا بِکَ وَتصدیقًا بکتابِکَ وَوفاءً بعہدِکَ وَاتباعًا لِسُنّۃِ نبیّکَ وحبیبکَ محمدٍ صَلّی اللّٰہُ علیہِ وَسلّم ہر شوط (چکر) میں علیحدہ علیحدہ دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ بعض لوگ پورے طواف میں سبحان اللّٰہ والحمدُ للّٰہِ ولا اِلٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر پڑھتے ہیں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ہمیشہ یہ دعا پڑھی جاتی ہے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃً وفی الاٰخرۃ حسنۃً وقنا عذابَ النارِ وادخلنا الجنۃ مع الابرار یا عزیز یا غفار یا ربّ العالمین ۝

زمزم پیتے وقت یہ دعا پڑھتے ہیں اللّٰھم انی اسئلک علمًا نافعًا ورزقًا واسعًا وشفاءً من کلِّ داءٍ وسُقمٍ برحمتک یا ارحم الراحمین ۝

کی تقبیل کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اِن کے بعد مصریوں کے قافلے اترنے شروع ہوئے۔ مصری مرد۔ مصری عورتوں سے حرم کعبہ روز بروز بھرتا جاتا تھا۔ چار چار چھ چھ مصری ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ہوئے، جب تیزی کے ساتھ کعبہ کا طواف کرتے تھے دوسرے اقوام کو فوراً سامنے سے ہٹ جانا پڑتا تھا۔

سب سے آخر زمانۂ حج کے قریب نجدیوں کا تانتا بندھ گیا۔ کالے سانولے۔ دُبلے پتلے۔ ننگے۔ برہنہ، سروں میں چوٹیاں پڑی ہوئیں لمبے لمبے ناخن، متوحش بھیانک چہرے، چاک دامن، چاک گریباں (بزعم خود اخوان التوحید) برادرانِ قیس عامری نجد کے بن باسی، وحشی درندوں کے مصاحب، جن کے آگے مصریوں کی بھی ترکی تمام ہوگئی صحرائے نجد کے تو بادشاہ تھے اب خاص حجاز میں بھی ان کی حکومت ہے عبادت کے جس مقام پر قبضہ کرلیتے ہیں۔ پھر چھوڑتے نہیں ایک دوسرے کے سر پر پاؤں رکھکر سنگِ اسود تک پہنچتے ہیں۔ بعض نجدی تو غلاف کعبہ کی موٹی رسی پکڑکر اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ پھر چمگادڑ کی طرح سر تلے ٹانگیں اوپر اُسی طرح لٹکے ہوئے سنگ اسود میں منہ ڈال دیتے ہیں۔ پھر ہٹنے کا نام نہیں لیتے بعض زبان نکال نکال کر بھی چاٹتے ہیں۔

زمزم پر بھی یہی حالت رہتی ہے حجرۂ زمزم میں داخل ہوکر اندر سے دروازہ بند کرلیتے ہیں۔ نہا رہے ہیں، دھو رہے ہیں، پی رہے ہیں، پھینک رہے ہیں دوسرے غریب حاجی زمزم کے دروازے پر کھڑے

ہوئے ایک ایک قطرۂ زمزم کو ترس رہے ہیں زمزمی پانی میں نمک ملا ملا کر بھولے بھالے حاجیوں کو پلاتے ہیں

روزانہ عجیب عجیب وضع وقطع کی مخلوق نظر آتی ہے، ایک دراز قد تکرونی کو بازار میں دیکھکر تو سہم گیا۔ اُس کا چھ سات فٹ کا قد، کالی صورت لال لال بڑی بڑی آنکھیں ننگا جسم دیکھ کر تھوڑی دیر کیلئے حواس تو رخصت ہی ہو گئے۔ اگر جنگل کے سناٹے میں یا رات کی تاریکی میں یہ عجیب الخلقت منظر پیش نظر ہو جاتا تو روح کا جسم میں ٹھہرنا مشکل ہو جاتا آج کل مکے میں عالم کے تمام مسلمان۔ مسلمانوں کے تمام اقوام۔ اہل حدیث اہل قرآن، صوفی، شرعی، سنی، شیعی، عورت، مرد، بوڑھے، بچے، کالے گورے، غریب، امیر، صالح، طالح، مختلف الہیئۃ، مختلف الصورت، مختلف اللباس، مختلف الخیالات، مختلف التمدن سب سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ حرم کعبہ سچ مچ خدا کا گھر ہے دیکھنے میں تو دل کی طرح چھوٹا سا۔ مگر اس چھوٹے سے گھر میں لاکھوں بندوں کی سمائی ہوتی ہے جو آئیں جتنے آئیں سب کیلئے گنجایش برابر نکلتی جاتی ہے۔

علاوہ بریں اس غیر ذی زرع اور بے آب مقام میں ہمیشہ غذا اور پانی سب کو مہنگا سستا برابر ملتا ہے کسی کو فاقوں سے یا تشنگی سے مرنے کی نوبت نہیں آتی۔ کوئی پانی نہ خریدے اور پیاسا مر جائے تو یہ اور بات ہے صاحب کعبہ پر اس کا کوئی گلہ نہیں۔

عجیب حالات

ہم روزانہ ہزاروں لاکھوں نئے نئے مسلمان اور اُن کے عجیب

دیکھتے ہوئے بسر کر رہے ہیں یہاں تک کہ ذوالحجہ کا مہینہ آگیا، تاریخ میں پھر وہی پہلا سا اختلاف کہیں پہلی ہے کہیں دوسری ہے عین حج کے وقت کوئی آٹھویں کہتا ہے کوئی ساتویں کہتا ہے عالم اسلام کی اتنی عظیم الشان تاریخ بھی تذبذب کے گہوارے میں جھول رہی ہے۔

اکثری حکم کی بنا پر نویں تاریخ کی شب روز دوشنبہ کو عرفات کی روانگی قرار پائی، آٹھویں کی شب ہمارے رفیق سفر حسن حسینی کو پیچش ہو گئی پیچش بھی ایسی کہ ایڑیاں رگڑنے کی نوبت آگئی۔ آدھی رات کے وقت ہم بستر پر پڑے ہوئے کروٹیں بدل رہے تھے کہ داروغہ صاحب رباط نے آواز دی کہ جلد خبر لیجئے ورنہ آپ کے رفیق سفر کی خیر نہیں۔

یہ سنتے ہی آنکھیں ملتا ہوا فوراً گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا، یہاں آکر دیکھتا ہوں تو حالت نہایت خراب نبد نبد میں کشاکش لگا تار اجابتیں چہرہ زرد منہ فق خاموش زبان سے چلا ہیں کی آواز آرہی تھی کیا عرض کروں۔ میرے قدموں کے نیچے سے تو زمین ہی نکل گئی بیمار سے زیادہ میری حالت تباہ ہو گئی ہوش اڑ گئے دماغ چکرا گیا نہ حکیم نہ طبیب آدھی رات کے وقت کیا کیا جا سکتا ہے؟

کسی نے کہا آدھی رات ہی کے وقت سب کچھ کیا جا سکتا ہے اگرچہ اسوقت تمام زمین والے سو جاتے ہیں مگر آسمان والا جاگتا رہتا ہے۔ دنیا والوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں مگر مالک یوم الدین کی رحمت کا دروازہ اسوقت کھول دیا جاتا ہے۔

پکارنے والا پکارتا ہے ——— ہے کوئی مانگنے والا؟
ہے کوئی سوال کرنے والا؟

جاگنے والا، اس صدا کو سننے والا جھٹ پٹ دست دعا کا کاسۂ گدائی پھیلا کر سب کچھ حاصل کر لیتا ہے۔

کوئی تڑپ رہا ہے کوئی پھڑک رہا ہے یاں رات بھر تماشے کیا کیا اتر گئی ہیں
ہے فضل کی تجلی گہری اندھیریوں میں بکتا ہے رات ہی کو سودا اتر گئی ہیں

یہ صدائے غیبی سنکر، تنہائی میں چھت پر دوڑ گیا آسمان اور بھی قریب ہو گیا۔ اندھیری رات میں تارے اپنی کامل روشنی کے ساتھ جگمگا رہے تھے۔ قبلہ کے رخ نورانی خط مستطیل پڑا ہوا تھا۔ جس کو چھوٹے بڑے تارے ہر طرف گھیرے ہوئے تھے۔ میں درد دل سے عالم کرب میں آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے آسمان والے کی طرف متوجہ ہو کر پکارنے لگا۔

ہے کوئی میری دعا بھی سننے والا؟ آہ دل مبتلا بھی سننے والا
میں کب سے پکارتا ہوں اللہ اللہ ہے کوئی میری صدا بھی سننے والا

مولا! تیرا گنہگار بندہ تیرے بلد الامین کا مہمان، تیرے پاس سخت پریشان حال آیا ہے اُس کا رفیق سفر کرب سے تڑپ رہا ہے
اے اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کہنے والے میری دعا قبول کر۔
اے ساری دنیا میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے رحم کر،
میرے بیمار رفیق کو شفا دے تاکہ وہ بھی وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ———

ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہمنوا ہو جائے تھوڑی ہی دیر کی آہ وزاری میں دل کو تسکین سی ہو گئی۔ گرے ہوئے آنسوؤں نے گویا گرنے کو سنبھال لیا۔ فوراً نیچے اُتر آیا۔ رفیق سفر کو اسی حالت میں لیٹا ہوا پایا پھر کچھ اوراد عیہ پڑھ کر دم کیا۔ رفیق صاحب اُٹھ کر اجابت کے لئے گئے میں انتظار میں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے قریب کسی کی باتوں کی آواز آنے لگی۔ نیچے اتر کر دیکھا، اور عجیب تماشہ دیکھا، یعنی ہمارے مہربان رفیق جو ابھی ابھی درد وکرب میں ایڑیاں رگڑ رہے تھے بستر پر پڑے ہوئے تڑپ رہے تھے۔ آرام سے کرسی پر بیٹھے ہوئے ہنس ہنس کر ایک دوست سے باتیں کر رہے ہیں۔ میں حیرت وتعجب سے اُن کی صورت دیکھ رہا ہوں۔ یا اللہ یہ بیداری ہے یا خواب۔

اِنَّہٗ شَیْءٌ عُجَابٌ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سچ فرمایا وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ

پڑھو ناظرین!

کچھ وقت سے ایک بیج شجر ہوتا ہے، کچھ روز میں اک قطرہ گہر ہوتا ہے

اے بندۂ ناصبور تیرا ہر کام، کچھ دیر میں ہو نہ ہی مگر ہوتا ہے

دوسرے دن ضروری سامان کی تیاری میں بسر ہوئی ظہر کے وقت حرم کعبہ میں زمزم سے غسل کر کے نئی چادروں کو زمزم میں دھو کر احرام باندھ لیا، عشا کے بعد نویں شب کو میں اور سلمی ایک اونٹ پر، اور مولوی

قاری محمد اسحٰق صاحب (مہتمم مدرسہ فخریہ) اور قاری سالم مکی اور ایک تاجر دوست
ایک اونٹ پر شغدفوں میں سوار ہو کر قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئے، اکثر حاجی
ہم سے پہلے ہی جا چکے تھے۔

ہمارے مطوف عبدالسلام صاحب نے ہمارے اور اپنے لئے
آج کی تاریخ مقرر کی تھی، راستہ میں کسی قسم کا ازدحام نہ تھا۔ چاندنی رات تھی
اونٹ سلسلہ کے ساتھ اپنی آہستہ رفتار میں قدم رکھتے چلے جا رہے تھے
قاری سالم مصری لہجہ میں اپنی دلکش قرأت سنا رہے تھے، ان کی قرأت
میں عجیب لطف یہ ہے کہ تکرار سے جی بیزار نہیں ہوتا۔ جب سنئے نئی
لذت ملتی ہے ہر وقت یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم آج پہلی دفعہ سن رہے ہیں

بجتا ہے عجب سُر میں رباب سالم
جو سنتا ہے ایکبار سر دھنتا ہے

سالم کا نہ مل سکا جواب سالم
ہر ایک کو نصف و ربع ہی تک دیکھا

رات بھر شغدفوں میں لیٹے ہوئے چاندنی کی سیر کرتے، قرآن
سنتے، حدی پڑھتے، حج کا راگ گاتے، لبیک لبیک پکارتے، سوتے لیٹے
اُٹھتے بیٹھتے، فجر تک میدان عرفات میں پہنچ گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ وقوف
عرفات کی نعمت ہم کو اپنی اہلیہ کے ساتھ نصیب ہوئی۔ کیونکہ عرفات آدم
و حوا علیہ السلام کی تک جائی اور تعارف کا مقام ہے۔

حاجی کے لئے آج ہی کا دن وہ دن ہے کہ جس کے لئے وہ
مہینوں پہلے اپنے گھر سے نکل کر مصیبتیں جھیلتا آفتیں سہتا ہوا چلا آتا ہے
آج ہی کا دن ہے جس کی روشنی میں سیہ کاروں کی تمام سیاہیاں

ڈھلنے کی اُمید کیجا سکتی ہے شغدفوں سے اُتر کر نماز فجر ادا کی ڈیرے نصب کئے گئے۔ تھوڑی دیر ڈیروں میں لیٹ گئے۔ اندھیرے اندھیرے میں تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ لیکن جب دن کی روشنی اچھی طرح ظاہر ہوگئی کیا دیکھتا ہوں کہ تمام میدان انسانوں سے بھرا ہوا ہے اتنا ازدحام اپنی عمر میں میں نے تو کیا شاید کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دائرہ عالم ایک مرکز پر قایم ہو گیا ہے، رُویت تو ہر وقت ہوا کرتی ہے، مگر معرفت کا مقام یہی میدانِ عرفات قرار پایا ہے خلقت ہر طرف سے ٹوٹ پڑی ہے۔

آنے والوں کے جوش دیکھو، ہمت دیکھو، ذوق دیکھو، کھانے کو نہ ہو پہننے کو نہ ہو۔ افلاس ہو، ادبار ہو، کسی حال میں ہوں آئیں گے۔ اور ضرور آئیں گے۔ احرام کی وجہ سے سر برہنہ تو سبھی ہیں مگر افلاس کی وجہ سے ہزاروں پا برہنہ بھی ہیں۔

پاؤں میں جوتی نہیں، سر پر سایہ نہیں، بھوکے پیاسے، سر و پا سے بے خبر، جذبہ مذہبی میں مسحور، ہزاروں لاکھوں کوس سے کھنچے ہوئے لنگی زیر، لنگی بالا، ایک کپڑا باندھے، سرتا پا کفن پوش ہُو تُو اقبال نمونہ کی تصویر بنے ہوئے، ایک صدا پر کھنچے ہوئے کسی کے جواب میں مستانہ وار

لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ

پکارتے ہوئے چلے آرہے ہیں۔

اک بیخودی سی چھائی ہوئی ہے کہتے چلے ہیں لبیک لبیک
وہ، یا عبادی، فرما رہا ہے ہم کہہ رہے ہیں لبیک لبیک

میدان عرفات ہے، یا منظر عرصات، ریت تپ رہی ہے، دھوپ کے شعلے پہاڑوں کے اطراف سے اُٹھ اُٹھ کر ہر طرف لپک رہے ہیں لُو چل رہی ہے کسی کا منہ جھلس گیا ہے کسی کی گردن پر چڑکے لگ رہے ہیں سُورج کہتا ہے کہ آج چمک کر پھر چمکنا نہیں ہے۔

از شدت حرّ بحاں نفس شاق است گوئی کہ حساب زندگی نے باق است
ایں گرمی آفتاب روز عرفات کیفیت یوم یکشف عن ساق است

تمام میدان ڈیروں سے بھر گیا ہے، ایک ایک ڈیرے میں وسعت سے زیادہ تلے اوپر مخلوق بھری پڑی ہے۔ تیز دھوپ چھن چھن کر برہنہ سروں سے مذاق کر رہی ہے لُو کے جھونکے واھنے بائیں موقع پاکر محبت سے حاجی کا منہ چُوم لیتے ہیں، پسینہ کا سیلاب الگ چھینٹے دے رہا ہے پیاس سے حلق میں کانٹے پڑے ہیں سینکڑوں بوڑھے، جوان، بچے، مرد، عورت، اپنے ساتھیوں سے بچھڑے ہوئے تپتی ریت جلتی دھوپ میں، سراسیمہ، پریشان حال پھر رہے ہیں۔ کوئی کسی کا پرسان نہیں، نہ رستہ ملتا ہے نہ کوئی راستہ بتاتا ہے ؏

حرارت سے زمین و آسماں کی کہہ اُٹھا دل ہا
کہ حج آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

پھر سے ایک ملاقاتی رحمٰن صاحب برابر ایک رات دن، اپنی بیوی

بچوں سے جدا ہے۔ بیوی، میاں کو ڈھونڈھ رہی ہیں، میاں، بیوی کیلئے سرگرداں ہیں۔

ایسے مصیبت خیز مقام میں کسی کا کسی سے بچھڑ جانا ناقابلِ بیان مصیبت ہے۔ بعض لوگ تو اپنے بچھڑے ہوئے ساتھیوں کے قریب تک پہنچ جاتے ہیں۔ مگر دھوپ کے شعلے آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرکے پاس کی چیز بھی اچھی طرح دیکھنے نہیں دیتے۔ تتقلب فیہ القلوب والابصار

بعض بندگانِ خدا ایسے بھی ہیں جو تیز دھوپ کے سایہ میں اطمینان سے کھڑے ہیں نہ اُن پر دھوپ کا اثر ہے نہ گرمی سے متاثر ہیں۔ نہ بھوک ہے نہ پیاس ہے۔ دیوانہ وار اپنے حال میں مست، پُرانوار جبلِ رحمت کی طرف ٹکٹکی لگائے دُعا و ثنا میں مشغول ہیں۔

وُجُوہٌ نَاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَہ

سب دیکھ رہی ہیں اِن کو کس حیرت سے کارِ دیوانگی بھی ہے حکمت سے
شوریدہ سروں کی ہوشمندی دیکھو ٹکراتے ہیں سر بھی جبلِ رحمت سے

ہم کو تو پانی پینے اور پنکھا جھلنے سے کہاں فرصت تھی۔

مطوف صاحب کے زیرِ انتظام تقریباً تین بجے کھانا ملا۔ کھائے، اور خوب ڈٹ کر ہمارے ہیچش کے مریض رفیقِ سفر بھی ہم سے آنکھ بچا بچا کر گوشت اڑاتے گئے۔ ہم نے بھی خدا پر نظر کرکے کوئی تعرض نہیں کیا۔ صبح سے اب تک تو بھوک کی وجہ سے کچھ کام نہ ہو سکا۔ اب تو پیٹ بھر نے سے مستی چھا گئی۔

ملے نہ کھانے کو تو بھوک سے ہے حال خراب
جو مل گیا تو بس اب سست ہو گئے اعصاب
گناہ گار کو ہے دونوں صورتوں میں عذاب
اسیر بند شکم را دو شب بگیرد خواب
شبے ز سنگئ معدہ، شبے ز دل تنگی

ہم کھانا کھا کر آرام سے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے ڈیروں میں پڑے ہوئے تھے کہ یکا یک پہلے پہل کچھ ہوائیں چلیں۔ اس کے بعد آندھی اٹھی، آندھی بھی اس شدت کی کہ تمام خیمے اپنی طنابیں توڑ توڑ کر شتران بے مہار کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔

بڑے بڑے ڈیروں کے بیچ کے ستون جگہ سے اکھڑ گئے خیمہ نشینوں کے سروں پر ٹوٹ پڑے۔ ہزاروں ڈیرے ہوا پر اڑے چلے جا رہے ہیں، بستر اڑ رہے ہیں۔ چادریں اڑ رہی ہیں گویا خاکی انسانوں میں زلزلہ پڑا ہوا ہے۔ جدھر دیکھو کچھ نہ کچھ اڑا چلا جا رہا ہے۔ میدانِ عرفات کی اڑنے والی ریت کو آنکھوں کے سوا بھرنے کا کوئی مقام ہی نہ تھا۔ جب ہوا کا جھونکا آتا ہے مٹھی دو مٹھی خاک آنکھوں میں جھونک جاتا ہے۔

کوئی بے پردہ نہ اُن کو دیکھ لے
دامنِ صحرا نے پردا کر دیا
آج ہم اُن کو یقیناً دیکھتے
لیکن اس آندھی نے اندھا کر دیا

میرے شُغدف کا پردہ جو تقریباً بارہ چودہ گز لمبا اور بہت چوڑا تھا آندھی کے جھونکے کے ساتھ ہوا ہو گیا۔ میں بھی اُس کے پیچھے چلا وہ آگے آگے میں پیچھے پیچھے تھوڑی دیر تک تو پردے کو فضائے آسمانی میں

کنکوے کی طرح اُڑتا دیکھتا ہوا تعاقب کرتا رہا۔ یکا یک سامنے سے اُٹھتے ہوئے بگولے نے آنکھوں میں خاک جھونک دی، آنکھیں ملتے ہوئے وہیں بیٹھ گیا، پردے نے تو مجھ سے پردہ کر لیا نہیں معلوم کہاں گیا۔ کدھر گیا سامنے کی طرف تو کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ پیچھے مڑکر دیکھتا ہوں تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کس سمت جاؤں، کس طرف قدم اٹھاؤں، نہ اپنا قافلہ نظر آتا ہے، نہ شغدفوں کا کہیں پتہ ہے، نہ اپنا، نہ بیگانہ، واہ ری ہوا واہ، پردہ اڑاکر اچھا تماشہ دکھایا۔

ابھی سب کچھ تھا ابھی کچھ بھی نہیں، کہاں جاؤں کس سے پوچھوں

ہر طرف خاک ہی خاک اڑ رہی ہے لاکھوں ڈیروں سے بھرا ہوا میدان ہُو کا مکان نظر آرہا ہے۔

تھوڑی دیر اسی عالمِ حیرانی و سراسیمگی میں ایک ہی جگہ ٹھیرا رہا۔ پھر اٹکل سے آئے ہوئے راستہ کی طرف آہستہ آہستہ واپس چلا چلتے چلتے راستہ میں کوئی دھاری دار چیز ریت میں دبی ہوئی معلوم ہوئی۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا یہ وہی پردہ ہے جس کے پیچھے اس قدر حیران و سرگردان ہوا۔ خدا کی قدرت پر حیرت کرتے ہوئے پردے کو گرد سے نکال کاندھے پر ڈال آگے روانہ ہوا۔ اب آہستہ آہستہ کسی قدر فضا گرد و غبار سے صاف ہو چکی تھی، دور سے قاری اسحٰق صاحب اور اُن کے قریب سالم نظر آئے۔ جان میں جان آئی، فوراً دوڑکر اُن سے جاملا، اُن سے قریب ہی داھنی طرف سلمہ اُسی طرح شغدف سے

لگی ہوئی بیٹھی ہوئی تھیں۔

گویا ایک طلسمی کارخانہ تھا۔ ابھی سب کچھ تھا ابھی کچھ بھی نہ تھا ابھی سب کچھ ہوگیا۔ دیکھئے یہ بھی کب تک رہے۔

کیجئے کس بات کا امجد یقیں ... کہ جنہیں سمجھا یہ وہ گا ہے جنہیں

یہ بھی ایک عجیب واقعہ ہے تمام عرفات میں جس سے سنا یہی سنا کہ آندھی کھانا کھانے چکنے کے بعد اٹھی کھانے کے بعد جو بھی بچ رہا ریگ صحرا کی نذر ہوگیا۔ آندھی نے مٹھیوں خاک اس میں جھونک دی۔ خیر گذری کہ ایک وقت تو کھا لیا۔ رات کا خدا رزاق ہے۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے، اے خدا مجھے صرف ایک وقت کا کھانا دے۔ تاکہ دوسرے وقت مانگنے کیلئے پھر تیرے دروازہ پر حاضر ہوسکوں۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَا

اب عصر کا وقت آگیا۔ مطوف صاحب نے اپنے حاجیوں کو ایک ٹیلہ پر جمع کیا۔ مطوف صاحب دردناک لہجہ میں دعائیں پڑھتے جاتے ہیں ہم سب آمین آمین کہہ رہے ہیں بہت لوگ رو رہے ہیں، بہت چیخ رہے ہیں، ہچکیوں کا تار بندھا ہے۔ اشکوں کا سیلاب بہہ رہا ہے گذشتہ سیأت یاد آتے جاتے ہیں مستقبل کا خطرناک منظر پیش نظر ہے۔ رحمت حق کی امیدیں، سب کے ہاتھ جبل رحمت کی طرف اٹھے ہوئے ہیں وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا کی صدا سے دشت و جبل گونج رہے ہیں۔ مانگنے والے مانگ رہے ہیں، گناہگار

گناہوں کی معافی چاہ رہے ہیں نکوکار تقرب کے منازل طے کر رہے ہیں لاکھوں کی آہ وزاری اور پُر درد دعاؤں سے پتھروں کے دل بھی پانی ہو رہے ہیں سب کو دیکھ کر ہم بھی پکار اُٹھے ۔

ضائع فرمانہ گرم جوشی کو مری — مٹی میں ملا نہ سرفروشی کو مری
احرام[۵] پہن کے تیرے پاس آیا ہوں — دھبہ نہ لگے سپید پوشی کو مری

فانی ہوں میں باقی ہے تو میں وصف ہوں تو ذات ہے،
میں عکس ہوں تو شخص ہے میں نفی تو اثبات ہے
میں جامع الحاجات ہوں تو قاضی الحاجات ہے،

میں ہوں فقیر اور تو غنی ادنیٰ ہوں میں اعلیٰ ہے تو
میں ہوں ضعیف، اور تو قوی، میں عبد ہوں مولا ہے تو
میں جامع الحاجات ہوں تو قاضی الحاجات ہے

مرزوق میں رزاق تو، عاصی ہوں میں غفار تو
مغلوب میں قہار تو۔ رسوا ہوں میں ستار تو
میں جامع الحاجات ہوں تو قاضی الحاجات ہے،

---

۵ اس رباعی کا تیسرا مصرعہ اصل میں یہ ہے آیا ہوں کفن پہن کے اے ربِ غفور
لیکن حسبِ حال اس میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔

محتاج ہوں ہر کام میں معذور ہوں ہر بات میں
ہیں اپنے دل کے ہات میں دل میرا تیرے ہات میں
ہیں جامع الحاجات ہوں تو قاضی الحاجات ہے،

امجد! کمالِ عبد و رب۔ ظاہر ہے بس اک بات میں
آخر یہی ثابت ہوا، عالم کی تحقیقات میں
میں جامع الحاجات ہوں تو قاضی الحاجات ہے

مقامِ عرفات کیلئے سلمہ نے بھی اک شعر کہا تھا ؎

اے دونوں جہاں کے شاہنشہ برباد ہوں بے تاراج ہوں میں
جتنا ہے تو مجھ سے مستغنی، اتنی ہی تری محتاج ہوں میں

دعاؤں سے فارغ ہو کر عصر کے بعد مغرب سے کچھ پہلے، عرفات میں ما فات کی تلافی کر کے اپنے اپنے شغدفوں پر سوار ہو کر مزدلفہ روانہ ہوئے ہزاروں لاکھوں قطار در قطار اونٹوں کا سلسلہ بندھا ہوا تھا۔ چار چار پانچ پانچ قطاریں ایک ساتھ مل کر چل رہی تھیں، ہزاروں پیدل بھی تھے۔ بہت سے گدھوں اور خچروں پر سوار تھے۔

باتباع، وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ اقتصادی چال سے دو ڈھائی میل مسافت طے ہوئی ہوگی کہ ایک تنگ گھاٹی نمودار ہوئی جہاں سے ایک ایک اونٹ بہ مشکل تمام گزر سکتا ہے۔ ہمارے قافلہ والوں نے

بڑی چابکدستی سے کام لیا۔ فوراً اپنے قافلہ کو گھاٹی میں ڈال دیا دوسرے قافلہ والے عقب میں دباتے چلے آ رہے ہیں۔ ہمارے اونٹ ایک ایک قدم کر کے اتر رہے ہیں شغدف دونوں طرف گھاٹی کے پتھروں سے ٹکرا رہے ہیں ہر وقت یہ معلوم ہو رہا ہے کہ بس اب گرے اور پھر گرنا بھی کیسا کہ قیامت ہی کو نفخ صور کیساتھ اُٹھیں گے۔ سانس سینے میں رُکا ہوا ہے۔ روح کھینچکر آنکھوں میں آ گئی ہے نکلنے کیلئے بہانہ ڈھونڈھ رہی ہے۔ ہر شخص خوف و ہراس کی حالت میں سہما ہوا ہے۔ پیچھے کھٹا کھٹ لاٹھیاں چل رہی ہیں تڑا تڑ پتھر برس رہے ہیں۔ ہمارے عقب کے جمالوں کی یہ کوشش ہے کہ کسی طرح سامنے والی قطار گھاٹی سے جلد نکل جائے تو پھر ہم آگے بڑھیں۔ دوسرے جمال چاہتے ہیں کہ ان کو روک کر ہم نکل جائیں زبردست کشمکش ہو رہی ہے۔ شغدف نشین عورت مرد۔ بوڑھے بچے چیخ رہے ہیں چلا رہے ہیں۔ شغدفوں کی میزان۔ منشعب پڑھ رہی ہے اگر کوئی شغدف زمین پر گر جائے تو پھر شغدف نشین کو جان دینے کیلئے تڑپنے اور سسکنے کا موقع تک نہیں مل سکتا روح بخط راست صراط مستقیم کو روانہ ہو جاتی ہے اور خاکی جسم اونٹوں کے پاؤں میں کچل کر پیوند زمین ہو جاتا ہے۔

رود موسی کی طغیانی میں رات بھر گلے برابر پانی میں کھڑے صبح کر دی۔ مگر اس تھوڑی سی تنگ گھاٹی کی خشکی نے اُس پر بھی پانی

پھیر دیا۔

عدم آباد کو لے جاتی ہی ہوں کی قطار کشتیاں ڈوبتی ہیں سینکڑوں اس میں
لطف آجاتا ہی ٹکراتے ہیں جسدم شغدف زندگی جھوٹتی ہے موت کے گہوارے میں

کانوں میں سنسناہٹ دماغ میں جھنجھناہٹ حواس پریشان۔ عقل مختل، اب گرے اب گرے، اب مرے اب مرے کا یقین کلی الحاصل اسی طرح مٹھی میں جان پکڑے اللہ اللہ کرتے گھاٹی سے باہر ہوئے۔ گویا طوفانی کشتی کنارے لگی، اُس علیٰ کل شیٔ قدیر نے گئی ہوئی جان پھر واپس دیدی۔

رہ گیا جز و بدن لا ینتجزے بنکر چیل کووں میں تن زار مرا بٹ نہ سکا
وہ بھی خنجر لئے کچھ تل تو گئے تھے لیکن دوست کا دوست کے ہاتوں سے گلا کٹ نہ سکا

آج معلوم ہوا کہ تمام ممالک اسلامی کے خطبوں میں حجاج کا ذکر کیوں ہے اور ان کیلئے کیوں دعا کیجاتی ہے۔ عشا کے بعد مزدلفہ کے میدان میں مشعر الحرام کے پاس اُتر پڑے۔ حصار کے طور پر چاروں طرف شغدف لگا دئے گئے۔ شغدفوں کے سامنے بستر جمائے گئے۔

چاندنی رات کھلا میدان۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا عجیب لطف وقت تھا مگر نجدی وحشیوں کے بے مہار اونٹوں کا کھٹکا (قبوں کی طرح) تمام لطف کو تباہ کر رہا تھا۔ اِن وحشیوں کو صرف اونٹ دوڑانیسے کام ہے، کوئی مرے یا جیے، جب ان کے بے مہار اونٹ دوڑتے ہوئے ہمارے شغدفوں کے قریب آجاتے تھے تو مارے خوف کے پتہ

پانی ہو جاتا تھا۔ اللہ اللہ کر کے رات بسر ہوئی۔ مزدلفہ سے کنکریاں چن کر۔ اشراق کے وقت وہاں سے بھی روانہ ہوئے دوپہر کو منا تک پہنچے۔ یہاں ہمارے معطوف صاحب کی طرف سے ڈیرے وغیرہ پہلے ہی نصب ہو گئے تھے، شغدفوں سے اتر کر عورتوں کے ڈیرے میں بیوی کو اتار دیا۔ معطوف صاحب کے ڈیرے میں ہم، اور مولوی قاری اسحق صاحب اور سالم مکی قیام پذیر تھے۔

کچھ دیر دم لیکر ہم سب رمی جمار کے لئے روانہ ہوئے۔ جمرہ پر لاکھوں مخلوق کا ہجوم تھا ہر ایک اپنی طاقت اور قوت کے مطابق زور زور سے کنکریاں مار رہا تھا، پتھر پر کنکر برس رہے تھے سنگدل شیطان کا سر و سینہ ہر طرف کی سنگساری سے چھلنی چھلنی ہو گیا تھا سنتا ہوں کہ کسی حاجی نے انتہائے غضب سے کنکر مارنے کے بعد، اس پر تپنچہ کا فیر بھی کر دیا تھا۔ ہم نے معوذتین سے اس کے دل جگر میں آگ لگا دی۔

کنکر تھا ہر اک شہاب ثاقب کی طرح
شیطان کو زار زار روتے دیکھا
دل سنگدلی سے اپنی تھرا اٹھا
جب سنگ کو سنگسار ہوتے دیکھا

رمی جمار کے بعد تپتی زمین، جلتی دھوپ میں۔ ٹھیک دوپہر کے وقت اپنے ڈیرے میں واپس آئے۔ گرمی سے حالت خراب پیاس سے

بُرا حال۔ پانی کی چھوٹی سی چھوٹی مشک روپیہ دو روپیہ کو مل رہی تھی مہنگا سستا جس طرح ہو سکا خرید کر پانی پیا۔ مردے کی طرح ڈیرے میں پڑ کر ڈھیر ہو گئے۔ آج قربانی کرنے کی سکت باقی نہ تھی اپنی ہی قربانی ہو رہی تھی۔ اس لئے اس کام کو کل پر اُٹھا رکھا آج کی رات آرام سے کھلی چاندنی میں بلا کسی خوف و خطر کے بسر ہوئی کیونکہ ہمارا مقام پہاڑ کے زیر دامن، شہر سے بہت دور واقع تھا۔ بجدی درندوں کا یہاں گزر نہ تھا۔ دوسرے دن قربانیاں دیں لاکھوں کروڑوں دُنبے اور بکرے کٹے پڑے تھے یہ منظر بھی عجب عبرت کا مقام تھا۔

اے غنچۂ تنگدل پریشان ہو جا ۔ خم کر سر تسلیم مسلماں ہو جا
کہتی ہے زبانِ حال سے قربانی ۔ تو بھی یونہی کسی پہ قرباں ہو جا

سر ایک طرف پا ایک طرف، نہ کوئی اُٹھانے والا نہ کوئی لیجانے والا خون کی ندی بہہ رہی ہے۔ کہیں گوشت پڑا ہے، کہیں کھالیں پڑی ہیں۔ مذبح میں قدم رکھنے کو جگہ نہیں مگر قربانی کیلئے جانا ضرور تھا خدا کی حکم کی تعمیل میں فی کس ایک بکرے اور ایک دنبے کی قربانی دی گئی۔ کوئی کہنے والا بہ آواز بلند کہہ رہا تھا۔

رُخ کے دامن سے دھو ڈالو گنہ کے داغ سب ۔ رحمتِ حق جوش زن عالم میں مثلِ بحر ہے
آج ہر چھوٹی سی نیکی رکھتی ہے اجرِ عظیم ۔ اعظم الایام عند اللہ یوم النحر ہے

رواہ مسلم

قربانی سے فارغ ہو کر منا کے بازار میں گھومتے رہے۔

وہ مقام جو سال بھر ویران رہتا ہے، تین دن کے لئے اِس قدر آباد ہو جاتا ہے جس میں سال بھر کی ویرانی کی کسر نکل جاتی ہے چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی کئی کئی پونڈ کو کرایہ سے بہ مشکل ملتا ہے تمام مکانوں کے سال تمام کا کرایہ تین ہی روز میں وصول ہو جاتا ہے، تین دن کے بعد بنی آدم سے کھچا کھچ بھرا ہوا مقام جنات کا مسکن معلوم ہوتا ہے، سُنسان ہو کا میدان آدم نہ آدم زاد بڑے بڑے بین تین چار چار منزلہ مکان غیر موسم میں دور سے قد آور دیوؤں کی طرح نظر آتے ہیں۔ موسمِ حج میں آبادی کے یہ تین دن لایق دید ہوتے ہیں۔

مختلف رنگ مختلف صنعت مختلف العادات، مختلف الحالات لاکھوں مسلمان عورت مرد، بوڑھے جوان، بچے اپنے اپنے رنگ میں ڈوبے ہوئے، کوئی کھا رہا ہے کوئی پکار رہا ہے، کوئی گا رہا ہے کوئی گنگنا رہا ہے پھر ہر ایک کا اکل و شرب ایک سے علٰحدہ، گفتگو علٰحدہ، زبان علٰحدہ لحن علٰحدہ، راگ علٰحدہ، مذہبًا سب مسلمان باقی ہر کیفیت میں اختلاف، ایک عربی زبان ہی میں لاکھوں شعبے، ایک ہی چیز کو حجازی کچھ کہتے ہیں مصری کچھ کہتے ہیں، شامی کچھ کہتے ہیں۔ یمنی کچھ کہتے ہیں۔ راگِد (راقد) کے معنی مصری نہیں سمجھتے نائم کے معنی حجازی نہیں سمجھتے۔

مسلمانوں کا اتنا، اور ایسا مجمع شاید دنیا کے کسی اور پردے میں کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔

جلسۂ قرأت

آج رات ایک معلم صاحب کے گھر میں قُرا کا جلسہ تھا۔ قاری اسحق صاحب کے ساتھ ہم بھی جا پہونچے، چاندنی رات تھی کاملین فن کا مجمع تھا، حج کا موسم تھا۔ ہزاروں شایقین ہمہ تن گوش تھے بہت سے قاریوں میں دو قاری (قاری ابن سعود، قاری عقلا) بڑے زبردست قاری تھے، سنتا ہوں کہ مصر میں بھی اِن قاریوں کا جواب نہیں۔ اِبن سعود ایک ریش تراشیدہ، نوجوان، خوش رو بامذاق آدمی ہیں۔ عقلا صاحب ایک سِن رسیدہ بزرگ ہیں

پہلے ابن سعود صاحب نے قرأت شروع کی......

قرأت تھی، یا تنزیل قرآن ایک ایک سانس میں پانچ پانچ چھ چھ آیتیں صحیح ترتیل، باقاعدہ تجوید کے ساتھ پڑھنا اسی شخص کا حصہ تھا۔ میں نے تو کیا شاید اور نے بھی نہ سنا ہوگا۔ اگر سنا بھی ہوگا تو اُسی شخص سے اِس کمال پر خوش الحانی، مصری لہجہ اور بھی غضب ڈھا رہا تھا۔

انسان تو خیر انسان تھے مجھے تو ذرے ذرے سے احسنت کی آواز آ رہی تھی۔

قاری سالم جنکی تعریف میں نے کہیں لکھا ہے کہ.......

سالم کا نہ مل سکا جواب سالم

تعجب اور حیرت کے ساتھ منہ کھولے ہوئے صورتِ تصویر بنے ہوئے تھے
آج اچھے اچھے قاریوں کی عقل حیران تھی۔ غریب سالم کا تو کیا ذکر ہے

مولوی قاری اسحاق صاحب سے جب کبھی میں سالم کی قرأت کی تعریف کرتا۔ مولانا فرماتے تھے کہ مولانا، ابھی آپ نے قُراء مصر کی قرأت کا مزہ نہیں چکھا۔ میں کہتا ہزار مصری اِس گڑ کی ڈلی پر قربان ہے۔ مگر آج تو آنکھوں سے دیکھ لیا کانوں سے سُن لیا۔ اب اِنکار کا کیا موقع تھا؟

اِن کے بعد قاری عقلا صاحب نے قرأت شرع کی اِن کا انداز پہلے قاری سے بالکل جدا تھا اس بڑھاپے میں ایسی دلکش اور سریلی آواز مسرت بخش اور حیرت خیز تھی۔ قرأت کے بعد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت میں مصری لہجہ میں ایک قصیدہ پڑھا گیا۔ کیا طرز تھی کیا لہجہ تھا کیا لحن تھا کیا نعت تھی۔ حاضرین کے حواس خمسہ غائب تھے۔

سامعین عالم بے خودی میں صم بکم بنے ہوئے بیٹھے تھے۔

الحمد للہ رب العالمین حج کی بدولت یہ نعمت کی دولت بھی نصیب ہوئی

دو دن منا میں گزار کر تیسرے دن عصر کے وقت رمی جمار کے بعد گدھوں پر سوار ہو کر مکہ روانہ ہوئے شغدفوں اور اونٹوں سے اسقدر گھبرائے کہ اُن کے مقابل میں خر بار بر ہی غنیمت معلوم ہوئے

از خواب گزشتہ ہوشیارم کردند   بر کردۂ خویش شرمسارم کردند
ہر چند کہ شہسوار بودم در ہند   اما بہ حجاز خر سوارم کردند

گدھوں نے منا سے جو قدم اٹھایا ٹھیک مکہ میں باب السلام کے پاس آکر دم لیا۔ ہم بھی اتر پڑے۔ سعی سے تو پہلے ہی فارغ ہو چکے تھے اب طواف الزیارہ باقی تھا معلم عبدالملک لبنی کے بھائی اسوقت حرم ہی میں تھے۔ انھوں نے طواف الزیارۃ کرایا۔ ہم نے معاوضہ بھی دینا چاہا۔ مگر انھوں نے انکار کر دیا۔ یہہ بزرگ اور ان کے بھائی مولوی عبدالملک لبنی بہت نیک اور شریف لوگ ہیں اپنے حاجیوں کی خوب خدمت کرتے ہیں۔ جزاہما اللہ خیر الجزاء

کعبے والے کا لاکھ شکر ہے کہ حج کے تیسرے اور آخری رکن طواف الزیارۃ سے بھی فارغ ہو کر پورے حاجی ہو گئے۔ آج خدا کے فضل سے اسلام کے پانچویں رکن حج کی بھی تکمیل ہو گئی اس بڑی عمر میں گزشتہ سیئات سے پاک ہو کر اپنی ماں سے پیدا ہونے والے بچے کی طرح معصوم ہو گئے:۔

پلٹی ہر چیز اپنی فطرت کی طرف   بدکار بھی توبہ کرکے پھر نیک ہوا
دس ہوں یا سو ہوں یا ہزار آخر کار   جب صفر مٹا پھر ایک کا ایک ہوا

عید اضحیٰ کی تقریب میں آج قبلہ و کعبہ کا لباس بھی بدلا ہوا دیکھا حج کو جاتے وقت محرم دیکھا تھا۔ اب سال بھر کا پرانا اور بوسیدہ پارہ

پارہ، لباس اتار کر آج نیا لباس پہن لیا ہے۔
اس سال غلاف کعبہ حکومت ہی کی جانب سے تیار ہوا ہے۔ جو سال گزشتہ کے غلاف سے بہت قیمتی اور خوشنما ہے غلافِ مصر کی طرح اس پر بھی ہر جگہ کلمۂ طیبہ لکھا ہے۔
باب الکعبہ کے پردے پر اول سے آخر تک پورا سنہری کام ہے پردے کی چاروں طرف تقریباً ایک انچہ مقدار کے سنہری حرفوں سے مختلف اور برمحل آیات لکھے گئے ہیں۔
مگر یہ بشکل طغرا ہونے کی وجہ سے صاف اور واضح نہیں پڑھے جا سکتے یہ پردہ اس دورِ حکومت کا ایک بہترین اور اولین کارنامہ ہے۔
پردہ نشین کا تو کیا ذکر صرف نئے پردہ کو اچھی طرح دیکھ بھال کر طواف الزیارۃ سے فارغ ہو کر مکان واپس آئے۔ عرفات سے واپس ہو کر کرایہ فی اونٹ ۵۵ روپیہ فیس معلمی و زمزمی و بلدیہ ۸ روپیہ ۱۲/ فی کس ادا کئے گئے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اونٹ کے کرایہ کا تعین بعد از وقت ہوتا ہے۔ یعنی جب حاجی اونٹ پر سوار ہو کر عرفات پہنچ جاتا ہے اُس کے دوسرے دن حکومت کی جانب سے کرایہ کا اعلان ہوتا ہے۔ ادائی کی استطاعت ہو کہ نہ ہو مگر ادا کرنا ضرور ہے پہلے ہی معلوم ہو جاتا تو غریب حاجی اونٹ پر ہی کیوں بیٹھتا پیدل نہ چلا جاتا۔ اب بیٹھ چکے ہیں تو مہربانی سے ادائی کرایہ تک لیٹ بھی جائے۔ جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔

یک جہتی ہستی سے زمانہ واقف

نسبت [illegible]

کیا عجب اس کی کثرت

اے امجد [illegible]

امجد

امجد

واپسی

انا الیہ راجعون

مکہ پہنچکر پہلا دن تو یوں ہی گزار دیا۔ دوسرے دن جدہ روانہ ہونے کی فکر لگ گئی۔ مطوف صاحب سے معلوم ہوا کہ ابھی حکومت نے روانگی حجاج کا حکم ہی نہیں دیا ہے۔ تاہم قاری اسحٰق صاحب ہمارے لیے موٹر کے انتظام میں سرگرم تھے کہ حکومت سے اجازت ملے اور ہم کو روانہ کر دیں چودہ تاریخ کو اجازت بھی مل گئی۔ پھر کیا دیر تھی، ہزاروں حاجی موٹروں کے پر لگا کر اُڑ گئے۔ اگر طیارہ ہوتا تو اور بھی سہولت تھی۔

اس دن قاری صاحب نے اگرچہ سخت اور تیز دھوپ میں بہت دوڑ دھوپ کی پسینے پسینے ہو گئے مگر قسمت کی بات موٹر کا انتظام نہ ہو سکا۔

رات قاری صاحب کے مدرسہ میں قرأت کا جلسہ تھا ہم بھی شریک ہو گئے منا والے قاری عفلا صاحب اور اُن کے بیٹے نے قرأت سنائی اور خوب سنائی اور بھی قُرا نے اپنے جوہر دکھائے۔ اس جلسہ میں حیدرآباد کے بھی بہت سے حاجی مدعو تھے۔

اگرچہ سارے عربستان میں سادی چاء پی جاتی اور پلائی جاتی ہے

مگر اس جلسہ میں دودھ کی بہترین چاء پلائی گئی۔ افسوس ہے کہ سبھوں کی طرح ہم کو بھی ایک فنجان ملا ورنہ جی تو بہت کچھ چاہتا تھا دو تین گھنٹے میں جلسہ برخاست ہوا گھر جاکر سو رہے۔ صبح سویرے قاری صاحب کے سالے عبداللہ ہندی آپہونچے، ہم کو عربیہ میں سوار کرا کے حرم میں لیگئے۔ طوافِ الوداع سے فارغ کرا کے جرول (محلہ) میں لے گئے یہاں قاری اسحاق صاحب مع سالم کی موٹر کا انتظام کر کے ہمارے انتظار میں ٹھیرے ہوئے تھے ہم سب مل ملا کر موٹر میں سوار ہو گئے۔

قاری صاحب کی کوشش سے پندرہ تاریخ کو روانگی ہو گئی ورنہ نہ معلوم کب تک باری آتی۔

موٹر کار نہایت نفیس اور عمدہ ہونیکی وجہ سے بلا کسی تکان اور رکاوٹ کے تین گھنٹے کے اندر ہی اندر جدّے پہنچ گئے۔ موٹر نے اپنے مرکز پر آکر مقام کیا۔ وہاں سے مزدوروں کے سر پر سامان رکھکر دوپہر کے وقت پیچ درپیچ راستوں سے چکر کھاتے بھٹکتے بھٹکاتے وکیل احمد حکیم صاحب کے در وکالت تک پہنچ گئے وکیل صاحب کا سارا مکان سینکڑوں حاجیوں سے بھرا ہوا تھا۔ کہیں قدم رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ ہم دھوپ سے تڑپ رہے تھے سایہ کے لئے پھڑک رہے تھے۔ بیت الخلا ہی کے پاس سامان اتار کر بیوی کو بٹھا دیا۔ اگرچہ بدبو سے دماغ پھٹ رہا تھا۔ مگر دھوپ میں

تپے ہوئے تھے۔ سایہ کی کہیں جگہ نہ تھی۔ بالفعل یہی جگہ غنیمت معلوم ہوئی

مشقت قید کی کرتا ہے آساں موت کا کھٹکا

بقدر ہر سکوں راحت بود، بنگر تفاوت را

دویدن، رفتن، استادن نشستن خفتن و مردن

وکیل صاحب پر بہت بھروسہ تھا سمجھے تھے کہ حسب سابق ملنے کے ساتھ ہی نہایت محبت اور اہلاً سہلاً کے ساتھ پیش آئینگے اور قیام کی ناقابل برداشت مصیبت سے رہائی دلائیں گے فوراً وکیل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا تو یہاں کا باوا آدم ہی نرالا تھا، وکیل صاحب ایک نرم گدے پر بیٹھے ہوئے ہیں تمام حاجی موکلوں کی طرح دست بستہ اُمید و خوف کی حالت میں کھڑے ہیں ہم نے نہایت ادب سے جھک جھک کر سلام عرض کیا جواب سلام کی جگہ کج ادائی سے ارشاد ہوتا ہے اِصبر اِصبر یہاں تو جان پر بنی ہے آپ اَصبر اَصبر فرمائے ہیں اب تو جگہ کی تکلیف کو بھی دل سے بھلا دیا، صرف یہ چاہتا تھا کہ وکیل صاحب اپنی فہرست میں میرا نام ہی جلد لکھ لیں تو بڑی مہربانی ہو مگر یہاں شنوائی ہی نہیں ہوتی۔ بیوی بیت الخلا کے پاس بیٹھی ہوئی اُدھر سڑ رہی ہے۔ ہم اُدھر بے صبری میں تڑپ رہے ہیں مگر یہاں تو نصبروا اَو لا تصبروا والا معاملہ ہے۔ پھر فوراً باہر گیا۔ عبدالرحمٰن نامی ایک شخص سے میری پہلی ملاقات تھی

اُس سے مکان کی تکلیف بیان کی، خدا اُس کو جزائے خیر دے اُس نے قریب ہی ایک کمرہ جس میں تین آدمی رہ سکتے تھے روزانہ بارہ آنہ کرایہ سے دلا دیا۔

یہاں سے سامان اُٹھا کر نئے مکان میں لے گئے کسی قدر لیٹنے اور پاؤں پھیلانے کو جگہ مل گئی اسوقت دھوپ سے بیت الخلا ہی اچھا معلوم ہوا تھا۔ اب بیت الخلا سے یہ کمرہ بہت غنیمت معلوم ہوا۔ ادھر سے فارغ ہوکر پھر بیٹ پکڑے وکیل صاحب کے پاس پہنچے اب بھی وکیل صاحب کو فرصت نہ تھی۔ ہم بھی اور حاجیوں کے ساتھ بہت صبر وضبط کرکے وہاں ٹھہرے رہے۔ دو تین گھنٹے کے بعد اللہ اللہ کرکے وکیل صاحب کی توجہ مبذول ہوئی۔ مجھ سے رسید لی ثلاثہ ہنود کا نام اپنے اسلامی رجسٹر میں درج کیا۔ پھر دوسری رسید عنایت فرمائی۔ الحمد للہ رب العالمین بڑی مہم سر ہوئی۔

اِس مہم سے فارغ ہوکر مکان پہنچتے تک شام ہوگئی۔ اب ہر طرف سے ہوا گھٹ گئی۔ احتباس شروع ہوگیا۔ مکان کا کمرہ خاصہ تنور بن گیا۔ دم گھٹ کر سانس لینا مشکل ہوگیا۔ بلبلا کر باہر نکل پڑے حسن حسینی نے تین چارپائیاں کرایہ سے منگوائیں باہر سڑک پر ہزاروں حاجیوں کے مجمع میں بیوی سمیت چارپائیاں ڈالکر جو لیٹے تو بس صبح ہی آنکھ کھلی۔

نماز فجر سے فارغ ہوکر منشی احسان اللہ صاحب وائس کونسل کے

مکان پر گیا، اُن کے مکان کے اطراف بھی ہزاروں حاجی ٹکٹ کیلئے پڑے ہوئے تھے۔ ہر شخص کو وائس کونسل سے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ میں نے اُن کے مددگار سے منشی صاحب کے ملنے کی اجازت لی۔ خدا کا شکر کہ انھوں نے اجازت بھی دیدی۔

میں نے کوٹھے پر جاکر منشی صاحب سے ملاقات کی منشی صاحب باوجود کثرتِ کار بہت اخلاق سے ملے اور میری دیر رہی پر ملامت کی۔ میں نے کہا کہ میں کل ہی جدہ پہنچ گیا۔ مگر ضروری انتظامات کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ آج بھی بمشکل تمام آپ سے ملاقات نصیب ہوئی۔ نیچے پہرہ بیٹھا ہوا ہے۔ آپ کے پاس کسی کو آنے جانیکی اجازت نہیں ہے۔

انھوں نے فرمایا کہ آپ کو کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہے آپ کیلئے ہر وقت اجازت ہے آپ جب چاہیں آسکتے ہیں۔

میں نے کہا میں صرف ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ ہمارا جہاز یہاں سے کب روانہ ہوگا۔ اگر ہمارے جہاز کی روانگی میں زیادہ تعویق ہے تو مجھے فوراً مکان کا انتظام کرنا پڑے گا۔ کیونکہ میں جس مکان میں ہوں وہ بالکل قابلِ سکونت نہیں ہے گرمی اور حبس سے بہت تکلیف ہے۔ انھوں نے کہا کہ آپ کا جہاز انگلستان ابھی سو رہا ہے اور ابھی آٹھ دن تک اُسکے بیدار ہونیکی اُمید نہیں ہے۔ جہاز تنگستان اُس کیلئے کوئلہ اور پانی

لانیکے لئے گیا ہوا ہے۔ ننگستان آنے کے بعد انگلستان کی روانگی ہوسکتی ہے۔ اگر آپ کو مکان کی تکلیف ہے تو بسم اللہ میرے مکان میں آجائیے۔ اِس پردیس اور بیکسی کے عالم اور جدہ سے بندر میں، اِحسان اللہ صاحب کی اس عنایت اور ہمدردی نے احسانِ الٰہی کو یاد دلا دیا۔ کمالِ خوشی سے آنکھوں میں آنسو آگئے۔ جی نے چاہا کہ بیساختہ منشی صاحب کے قدموں پر گر پڑوں۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ الفاظ خواب میں سُن رہا ہوں کہ بیداری میں۔ وائس کونسل سا با اقتدار حاکم اور مجھسا تباہ حال غریب کوئی ربط نہیں کوئی مناسبت نہیں سچ ہے خدا سے سب ممکن ہے
غرض منشی صاحب سے رخصت ہو کر فوراً مکان واپس گیا مزدوروں پر سامان اُٹھوا کر منشی صاحب کے بنگلہ میں آیا۔ ایک لمبے ہال میں (جو میرے لئے مخصوص کیا گیا تھا) سامان رکھا بیمار بیوی کو برآمدے میں اُتارا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے ازسرنو دماغ میں تازگی آئی۔ پریشانی کی ظلمت دفع ہوگئی پھر دنیا ازسرنو روشن معلوم ہوئی۔
اس بیت الخلا کے بعد وہ کمرہ اور اُس کمرہ کے بعد یہ ہوادار اور وسیع کوٹھہ ملا۔ منازلِ راحت کی تدریجی ترقی پر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ سچ ہے:-

کچھ روز میں ایک بیج شجر ہوتا ہے ۔ کچھ وقت سے اک قطرہ گہر ہوتا ہے

اے بندۂ ناصبور تیرا ہر کام کچھ دیر سے ہوتا ہی مگر ہوتا ہے

ہائے جدّہ

جدہ کی زندگی سے جہاز کی زندگی بدرجہا بہتر معلوم ہوتی ہے
مکانات بہت کم ہیں۔ اگر ہیں بھی تو اُمرا کے لئے روزانہ چار پونڈ
پانچ پونڈ ایک ایک کمرے کیلئے دینا اُن کے پاس کوئی بات
نہیں، مگر حاجیوں میں اکثر طبقہ غریبوں ہی کا ہوتا ہے، میں
معلوم ہوتا ہے کہ سارے فرائض مذہبی انہیں غریبوں پر فرض ہیں

خالق نے جنہیں دیا ہی زر دیتے ہیں زر کیا ہے خدا کی رہ میں گھر دیتے ہیں
اپنا سرمایہ ہے رکوع و سجدہ سامان نہیں رکھتے ہیں سر دیتے ہیں

ٹکا پاس نہیں جو کچھ مانگ تانگ کر لائے تھے یہاں آکر سب کچھ
ختم ہو گیا۔ کھانے پینے ہی کو نصیب نہیں تا بہ مکاں چہ رسد۔
سینکڑوں ہزاروں غریب دھوپ میں تڑپ رہے ہیں سسک
رہے ہیں دم توڑ رہے ہیں، کچھ دم توڑ چکے ہیں۔ مگر واہ رے
حاجی شاباش ہے اِن کے استقلال پر آفرین ہے اِن کی ہمت پر
مردہ بیچ میں پڑا ہے۔ سر سے پاؤں تک میلی کچیلی چادر اُڑھا دی ہے
آپ بیٹھے پکار رہے ہیں کھا رہے ہیں۔ ہنس رہی ہیں بول رہی ہیں
اگر کوئی اجنبی مردے کی طرف اشارہ کرکے پوچھتا ہے کہ اس کو

کیا ہو گیا ہے تو صرف معمولی طور پر کہہ دیا جاتا ہے کہ مرگیا ہے العظمۃ للہ

جدّہ میں پانی آبِ حیات کا حکم رکھتا ہے ۔ مشن کے پانی کا ایک ٹنک (ڈبہ) ایک ایک روپیہ کو ملتا ہے وہ بھی کھولتا ہوا جو تین چار گھنٹے تک بھی نیم گرم ہی رہتا ہے ۔

دھوپ میں تپے ہوئے حجاج وہی پانی اور وہ بھی بدقت تمام لیتے ہیں اور غٹ غٹ پی جاتے ہیں ۔ گرم ہوا ۔ گرم ملک گرم پانی پھر کیا ہے موت کو توبہانہ چاہیئے ۔ کوئی ہیضہ میں مبتلا ہو جاتا ہے کوئی اسہال میں پھنس جاتا ہے کسی کو متلی شروع ہو جاتی ہے کسی کو دست آنے لگتے ہیں ۔ بہرحال کوچۂ مرگ تک پہنچنے کی کوئی نہ کوئی سبیل نکل آتی ہے ۔

پانی جو نہیں اشکوں سے منہ دھوتے ہیں ۔ بے آب و طعام دھوپ میں سوتے ہیں یاں دودھ چھٹی کا یاد آجاتا ہے پوتے جدّہ کی گود میں روتے ہیں

ایک دن سویرے منشی صاحب کے مکان پر بہت سے سلیمانی، بخاری حجاج چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے قریب تھا کہ دروازہ توڑ کر اندر گھس جائیں امداد کیلئے فوراً عسکری بلوائے گئے ۔

عسکریوں نے اس امڈی ہوئی ٹڈی دل کو بمشکل تمام روکا اُن سے پوچھا گیا کہ تم کہتے کیا ہو کیوں شور و غل مچا رہے ہو ۔ انھوں نے کہا کہ ہم آٹھ روز سے جہاز کے انتظار میں پڑے

ہوئے ہیں کھانے کو پیسہ پاس نہیں پانی کا ایک قطرہ نصیب نہیں کھانے کا تو کیا ذکر، کوئی اللہ کا بندہ اتنا بھی نہیں کہ پیاسوں کو دو گھونٹ پانی ہی پلادے پانی کی جگہ حلق میں کانٹے پڑے ہوئے ہیں جدہ ہے کہ میدانِ کربلا۔ حاجی ہیں کہ تشنگانِ کربلا؟ تڑپ رہے ہیں پھڑک رہے ہیں دھوپ میں دم توڑ رہے ہیں اب آخر مرتا کیا نہ کرتا۔ جی میں آئی کہ آؤ دم توڑنے سے پہلے محافظ حجاج کا دروازہ ہی کیوں نہ توڑ دیں اب قید کیجئے یا قتل کیجئے......

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۝

این کیست کہ شد بادِ حاجی حاجی این گفت کہ داد داد حاجی حاجی

گفتم مظلوم تر بہ عالم کہ بود؟ عالم آواز داد حاجی حاجی

کیا دنیا میں کوئی خدا کا بندہ ایسا نہیں کہ مستقل طور پر ان غریب اور مظلوم حاجیوں کے لئے کم از کم مکان اور میٹھے پانی کا انتظام کرے اور بمبئی والے صابو صدیق کی طرح ہر سال غریبوں کی دعا ہیں لیتا رہے۔ خود منشی صاحب کو بھی اس کا سخت درد ہے وہ بھی حجاج کی اس ناقابل برداشت مصیبت کو نہیں دیکھ سکتے۔ مگر بیچارے کریں تو کیا کریں۔ تھوڑی سی ماہوار خود اُن کے کثیر التعداد اہل و عیال اور متعلقین کو شاید بمشکل تمام کافی ہوتی ہوگی۔ دیکھیے یہ سہرا کس کے سر رہتا ہے اور جدہ کا کونسا شریف ہوتا اس کام کیلئے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ خدا کی قدرت سے کیا دور ہے۔

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

حج کے بعد اکثر حجاج مفلس ہو جاتے ہیں ہر شخص اس خیال میں آتا ہے کہ جدہ جاتے ہی فوراً جہاز پر سوار ہو جاؤں گا۔ مگر یہاں آ کر خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ کہنا پڑتا ہے۔

حاجی کی زندگی وکیل صاحب کے رحم و کرم پر منحصر ہو جاتی ہے غریب حاجی کو چار پہر وکیل صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ہاتھ جوڑ جوڑ کر منت و خوشامد کرنی پڑتی ہے۔

اگرچہ قطع ہوئی منزل حجاز تمام　مگر جہاز کا اک کوہ قاف باقی ہے
طوافِ کعبہ پہ حج کا نہیں ہوا اتمام　ابھی وکیل کے گھر کا طواف باقی ہے

سنتا ہوں کہ سکہ کی چمک سے حاجیوں کے نمبر نیچے اوپر بھی ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ منشی صاحب نے بہت کچھ انسداد کر دیا ہے لیکن آخر کہاں تک اکیلا ایک شخص کیا کیا کر سکتا ہے۔ قانوناً وکیل کو فی کس دس آنے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ مگر اخلاقاً دس بیس میں بھی مضایقہ نہیں ہوتا۔

رشوت کا نشہ نشۂ مے سے بھی تیز ہے
چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

روانگی سے لیکر واپسی تک جو ملتا ہے یہی چاہتا ہے کہ حاجی کی جیب وزنی نہ رہنے پائے۔ واقعی یہ اُن کا بڑا احسان ہے۔

سبکبار مردم سبک تر روند،

کاش، حاجی سب کچھ دیکر کچھ تو............ لے آتا۔

عربستان سے انگلستان میں

۲۳ ذیحجہ کو ہمارے جہاز انگلستان کی روانگی کی تاریخ قرار پائی
بائیس تاریخ کو منشی صاحب کا آدمی مجھ سے آکر پوچھتا ہے کیا سامان
تیار ہے؟ میں حیران کہ تاریخ روانگی تو ۲۳ ہے آج ۲۲ ہی کو تیاری
سامان کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ دوڑا ہوا منشی صاحب کے پاس گیا۔
اُن سے اس تیاری کا مطلب دریافت کیا۔

انہوں نے بھی یہی کہا کہ بس ٹھیک آج تین بجے تک سامان باندھ کر
تیار رکھئے آگے کچھ نہیں کہتے مجھے زیادہ استفسار کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی
کرو تعمیل اپنے دوست کے فرمان کی امجد

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

جھٹ پٹ سامان باندھ بوندھ کر تیار ہو گیا۔ تین بجے عربیہ دروازہ سے آ لگی
وکیل صاحب بسیونی....... تمام سامان عربیہ میں رکھوا کر اپنے ساتھ
ساحلِ جدہ پر لے گئے۔ چار بجے ہم کو بھی جانے کا حکم ہوا۔
ہم اہلیہ سمیت آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کشتی کی طرف لبِ ساحل جا پہنچے
یہاں ہمارا تمام سامان کشتی میں رکھا جا چکا تھا صرف ہمارے
سوار ہونے کی دیر تھی۔ سوار ہونیکا مقام پلِ صراط کا قائم مقام تھا
ادھر سمندر اُدھر سمندر بیچ میں ایک ڈیڑھ فٹ کا پتلا سا دو ارست کو

اُس دیوار پر سے گذر کر کشتی میں سوار ہونا پڑتا ہے وَاِن مِنکُم اِلّا وَارِدُھا اگر ایک آدمی بھی وہاں پہلے سے کھڑا ہو تو سمجھ لیجئے ادھر سے گذرنے والے کو ٹھیک سمندر ہی میں اُترنا پڑتا ہے۔ ہمارے سوار ہوتے وقت بھی یہی وقت پیش آئی کچھ لوگ پہلے ہی سے اُس دیوار پر کھڑے ہوئے تھے اُن کو بچا کر بیمار بیوی کو ساتھ لیکر ہم کس طرح کشتی میں سوار ہو گئے خود ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

ہمارے سوار ہوتے ہی کشتی روانہ ہوئی کشتی روانہ ہوتے ہی وائس کونسل صاحب اپنی لنچ (بحری موٹر) میں تشریف لائے ہماری کشتی ٹھیرائی گئی ہم اپنی کشتی سے بحری موٹر میں سوار کرائے گئے اسی موٹر میں منشی صاحب کے ساتھ اُن کے اور ایک دوست مع اپنی اہلیہ کے پہلے ہی سے بیٹھے ہوئے تھے۔

ہم یہاں بحری موٹر میں سوار ہو کر روانہ ہوئے ہمارا جہاز انگلستان تمام جہازوں کی بہ نسبت ساحل سے بہت دور ٹھہرا ہوا تھا بحری موٹر پر بھی چلتے ہوئے شام ہو گئی آخر موٹر جہاز تک پہنچ گئی وائس کونسل کے آنیکی کپتانِ جہاز کو اطلاع دیگئی۔

ہم نے کشتی سے اُتر کر جہاز کی شیطان کی آنت کی طرح لمبی سیڑھی پر قدم رکھا۔ جہاز پر چڑھنے کا سارا خوف صرف اس سیڑھی کی وجہ سے تھا، ایک دن قبل سوار ہونے کی وجہ سے وہ سیڑھی جو کل سر سے پاؤں تک انسانوں سے بھری ہوئی تھی آج دلِ

بے تمنا کی طرح بالکل خالی تھی۔ سب سے پہلے ۔سلمیٰ نے سیڑھی پر قدم رکھا
اِس خالی سیڑھی کے ملنے پر اُن کو جس قدر خوشی ہوئی شاید تمام سفر
میں نہ ہوئی ہوگی ۔ اُن کے جہاز پر چڑھ جانے تک ہم سب کشتی میں
ٹھہرے رہے اُن کے بعد سب لوگ جہاز پر پہنچ گئے ۔

کپتان صاحب وائس کونسل کے انتظار میں جہاز پر ٹھہرے ہوئے تھے
دونوں میں خوب تپاک سے ملاقات ہوئی کچھ دیر انگریزی میں
باتیں ہوتی رہیں امجد امجد بھی اُس گفتگو میں باربار آرہا تھا ۔

ختم گفتگو کے بعد منشی صاحب نے مجھے بھی کپتان صاحب سے
ملا کر یہ کہا کہ امیروں کی خدمت تو ہر شخص کرتا ہے مگر تم میرے
اس فقیر دوست کی خدمت کرو اِس جہاز کا کپتان نہایت نوعمر،
خوش مزاج ۔شریف النفس انگریز تھا۔ جس نے مجھ غریب اور تباہ حال
فقیر سے نہایت محبت اور اخلاق سے ہاتھ ملایا ۔

اِس کے بعد منشی صاحب نے ایک چٹھی بھی کپتان کو دی ۔
جس میں گورنر جدہ یا ایجنٹ کمپنی کی جانب سے کپتان کو یہ لکھا گیا تھا
کہ احمد حسین اور اِن کی اہلیہ کے لئے فرسٹ کلاس میں جگہ کا انتظام کیا جائے
اگر فرسٹ کلاس پاسنجرس سے بھر جائیں تو اِن کے منشاء کے موافق
خاطر خواہ جگہ کا انتظام کیا جائے وائس کونسل جو تقریباً حاکم جدہ کی
جنثیت رکھتا ہے) کی سفارش ہی کیا کم تھی ۔ایجنٹ کمپنی کی چٹھی مزید براں تھی
نیز محمد حسن صاحب بیرسٹر زنگبار کو خاص طور پر یہ ہدایت کر دی کہ امجد صاحب کا

خیال رکھیں اور مجھے بھی تاکید کردی کہ بوقت ضرورت اُن سے کام لیا کرو احسان اللہ کے کس کس احسان کا ذکر کروں ۔ بہر حال اس مسافر نواز شخص نے ملک حجاز جیسے مقام میں مجھ غریب فقیر پر وہ وہ احسانات کئے کہ وطن میں بھی اب تک مجھے اُس کی مثال نہیں مل سکتی ۔

سب انتظامات کرکے منشی صاحب روانہ ہوگئے ۔ ہم نے جہاز میں فرسٹ کلاس کے ڈک پر اپنے نئے دوست مولوی محمد حسن صاحب بیرسٹر زنگبار کے کمرے کے سامنے اپنی سکونت کا خاطر خواہ انتظام کرلیا ۔ دوسرے دن مولوی برکت علی صاحب (جن سے منشی صاحب کے بنگلہ پر ملاقات ہوا کرتی تھی) بھی آپہونچے ۔ تمام حاجی بھی دوسرے ہی دن سویرے سے آنے شروع ہوئے ، آج جہاز اور سیڑھی کی حالت قابلِ دید تھی ۔ سیڑھی پر چڑھتے چڑھتے کئی حاجی مر مر گئے ۔ اور جو سخت جان جہاز پر پہنچ گئے ۔ پیاس سے دم توڑ رہے تھے منہ کھولے ہوئے زبان باہر ڈالے ہوئے پانی پانی کہتے ہوئے گرے جاتے ہیں ۔ جن جن کو خدا نے توفیق دی انھوں نے دو دو گھونٹ پلا پلا کر ثواب دارین حاصل کرلیا ۔ ایک بجے کے قریب جہاز روانہ ہوا ۔ گرمی ناقابل بیان تھی ۔ ڈک کے تمام مسافر برابر پانچ دن بحر احمر کے ختم ہونے تک پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے ۔ خود فرسٹ کلاس والوں کی حالت بھی سقیم ہو رہی تھی ہم بھی اگرچہ کھلی فضا میں سے تھے جگہ نہایت وسیع تھی ۔ مسافروں کا ہجوم کم تھا ۔ پھر بھی حبس سے دم

فنا ہورہا تھا، پنکھا، ہاتھ کا جزو لاینفک ہوگیا تھا۔

روزانہ ڈوک پاسنجروں میں دو ایک کے مرنے کی اطلاعیں ملتی تھیں کپتان صاحب روزانہ آکر ہماری خیر و عافیت دریافت کرجاتے تھے ہمارے دوست بیرسٹر صاحب اور کپتان صاحب میں زیادہ دیر تک گفتگو رہا کرتی تھی۔

کبھی ہم ہندوستانیوں کی مجلس قائم ہوتی سچ تو یہ ہے کہ فرسٹ کلاس کی صحبت بھی فرسٹ کلاس ہوتی ہے اکثر لکھے پڑھے سمجھدار لوگ جمع ہوتے مختلف عنوانوں پر بحثیں ہوتیں۔ ہم اپنی نظمیں سنایا کرتے مختلف شعرا کے شعر سنا کرتے۔ گھنٹوں یہی دلچسپ صحبت قایم رہتی

ریاست جوناگڑھ کی بیگم صاحبہ بھی اسی جہاز میں تھیں۔ اُن کے سکرٹری ڈاکٹر بخاری نہایت لایق اور سمجھدار آدمی تھے وہ بھی ہماری مجلس میں اکثر شریک رہتے اور میری نظموں کو بہت پسند کرتے تھے خصوص میگزردکی نظم تو ہمیشہ سنتے اور سر دھنتے تھے، اِس نظم خوانی کے صلہ میں تصنیفات امجد کے بہت سے آرڈر مل گئے۔ فرسٹ کلاس میں جگہ بہتر صحبت اچھی، تفریح کا سامان کافی تھا۔ مگر ساری تفریحیں پیٹ بھرنے کے بعد سوجھتی ہیں۔ ہماری یہ حالت کہ بیوی کی علالت کی وجہ سے دم بھر کہیں ہٹ نہیں سکتے تھے۔

لمبے راستے سے نیچے چھتری پر اُترنا۔ گرمی میں پھونک پھونک کر چولھا جلانا۔ بنگالیوں اور بخاریوں کی کشاکش میں بیٹھ کر پکانا مشکل

اور سخت مشکل تھا۔ مانگ کھانا یہ اُس سے بھی زیادہ مشکل تھا۔ پہلی رات تو جو کچھ بھی ساتھ لائے تھے کھا پی کر پڑ رہے صبح سوچ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ ہوٹل کا کھانا فی کس تین روپیہ روزانہ کے حساب سے ملتا ہے۔ بیرسٹر صاحب نے بھی وہیں انتظام کیا ہے ہم بیرسٹر تو تھے نہیں، اتنا روپیہ کہاں سے لاتے فکر میں بیٹھے ہوئے ہیں کوئی تدبیر بن نہیں پڑتی۔ یکایک کمرے سے بیرسٹر صاحب نے آواز دی قریب جاکر دیکھتا ہوں کہ بیرسٹر صاحب کھانا لئے کھڑے ہیں

هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ

انکار کا کیا موقع تھا۔ شکریہ کہکر لے لیا جھٹ پٹ دو ایک نوالے بیوی کو کھلاکر باقی اُسی طرح اُٹھا رکھا کہ ایسے وقت کھاؤں کہ رات بھی ضرورت نہ پڑے۔

اتنے میں برکت علی صاحب نے آواز دی جاکر دیکھتا ہوں کہ سکرٹری صاحب نے بہت کچھ ہمارے لئے کھانا بھیجدیا ہے اب کھانے میں کیا تامل تھا۔

رات بھی یہی کیفیت رہی۔ اُدھر سے بیرسٹر صاحب نے دیا اُدھر سے سکرٹری صاحب نے بھیجا۔ اب تو سلسلہ قایم ہوگیا۔ دونوں طرف سے برابر کھانا آتا تھا جو کھاتے کھالیتے۔ بچا ہوا مچھلیوں کو ڈال دیتے جہاں ایک نوالہ ملنے کی اُمید نہ تھی، لیجئے وہاں خوان پر خوان اُتر رہے ہیں وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا ط

حج امجد

ہماری ذلت اور عزت

جس مقام پر ہم سکونت پذیر تھے۔ اُس سے نیچے اُترنے کے دو راستے تھے۔ ایک راستہ بیگم صاحبہ کے زور شدہ حصہ سے ہوکر جاتا تھا۔ اور یہہ بہت قریب تھا ایک راستہ ہماری طرف سے تھا اور بہت دور اور پیچ در پیچ تھا۔

ایک دن نزدیکی کے خیال سے میں اُس نزدیک کے راستے جا رہا تھا۔ بیگم صاحبہ کے ڈاکٹر صاحب کرسی ڈالے وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی مشیتن ہوتا تو شاید کچھ بھی نہ کرسکتے تھے مگر مجھ سے شکستہ حال چاک گریباں کو اُدھر جاتے بہت بُری طرح رُوکا گیا۔ ہم اپنا سا منہ لئے ہوئے فوراً اُدھر سے پلٹ کر اُدھر ہو گئے۔

اِس واقعہ کے تیسرے دن سکرٹری صاحب مجھ سے امجد کے رباعیات دو چار ورق مانگ لے گئے اور اپنے کیبن میں خود پڑھتے پڑھتے اُن ڈاکٹر صاحب کو بھی ترجمہ کرکے سُنایا۔ ڈاکٹر صاحب متحیر ہوکر پوچھتے ہیں سکرٹری صاحب کیا اس کا مصنف زندہ ہے؟

سکرٹری صاحب کہتے ہیں کہ ہاں زندہ ہی ہے اور صرف زندہ نہیں اس وقت اور ہمارے ساتھ اِس جہاز میں موجود ہے۔

اب تو ڈاکٹر صاحب کی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔

سکرٹری صاحب سے کہا، کیا آپ مجھے اُن سے ملا سکتے ہیں۔

سکرٹری صاحب نے کہا کیوں نہیں، ضرور،

اسی وقت ڈاکٹر صاحب اور سکرٹری صاحب اپنے کیبن سے اُٹھ کر میری طرف آئے میں اسوقت بھی اسی اپنے فلڈریس (تہمد اور پھٹے کرتے) میں آرام کرسی پر پڑا ہوا تھا۔ دور سے سکرٹری صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو میری طرف اشارہ کرکے بتایا کہ اس کا مصنف وہ ...... کرسی پر پڑا ہوا ہے۔

ڈاکٹر صاحب دور سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں۔ سکرٹری صاحب سے کہتے ہیں اجی سکرٹری صاحب کیا غضب کی بات ہے ارے یہ تو وہی شخص ہے جس کو پرسوں میں نے بُری طرح جھڑک کر نکال دیا تھا۔ اب کس صورت سے ملنے جاؤں۔

سکرٹری صاحب نے کہا آپ اطمینان سے جائیے وہ ایک فقیر شخص ہے ایسی باتوں کی اس کو کوئی پروا نہیں اُن کے تھپکنے اور سمجھانے سے ڈاکٹر صاحب کا سانس حد اعتدال پر آگیا۔ اِدھر ذوق علمی نے بھی مجبور کیا میرے قریب آکر سلام کیا۔ میں نہ معلوم کس دُھن میں پڑا ہوا تھا معمولی طور پر جواب تو دیدیا لیکن پھر غور سے جو دیکھا سہم کر رہ گیا۔ الٰہی خیر۔ یہ تو وہ صاحب بہادر ہیں جنھوں نے پرسوں بُری طرح جھڑک کر اُدھر سے نکال دیا تھا۔ آج دیکھئے کیا آفت لاتے ہیں۔ کہیں جہاز سے نکل جانیکا حکم نہ دیدیں۔ گھبرا کر جھٹ کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ مگر انھوں نے میری امید کے خلاف

نہایت عاجزانہ گفتگو کی اپنے گذشتہ قصور کی معافی چاہی، اور کہا کہ آپ کے کلام نے تو مجھے مسحور کر دیا۔ میں تو اسوقت آپکا مرید اور شاگرد ہونے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔

میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں بیدار ہوں یا کوئی خوشگوار خواب دیکھ رہا ہوں کون اُمید کر سکتا ہے کہ پرسوں کے دن مجھے اس طرح جھڑکنے والا ذی اقتدار فرسٹ کلاس جنٹلمین بیگمصاحبہ ریاست جوناگڑھ کا خصوصی ڈاکٹر آج اس طرح میرے آگے سرنیاز خم کرے گا، اور ایک کوٹ پتلون والا نیم برہنہ شخص کو واجب التعظیم خیال کرے گا۔ سچ ہے ......

وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ ؏

ہر ذرے پہ فضل کبریا ہوتا ہے　　اک چشم زدن میں کیا سے کیا ہوتا ہے
اصنام دبی زباں سے یہ کہتے ہیں　　وہ چاہے تو پتھر بھی خدا ہوتا ہے

حُسنِ سلوک

ہمارے دوست بیرسٹر صاحب باوجود انتہائی گرمی کے مغرب کے بعد ہی اپنے کیبن میں چلے جاتے تھے ہم کو حیرت تھی کہ ہم یہاں کھلی فضا میں گرمی کی برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمارے دوست اس تنگ اور بند کیبن میں کس طرح بسر کرتے ہوں گے کیا ان کو اس قدر جلد نیند بھی آجاتی ہوگی؟!

آخر ایک دن ہم اُن سے پُوچھ ہی بیٹھے۔

اُنھوں نے کہا کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں جاتے ہی کیبن میں سو جاتا ہوں یا مجھے وہاں کوئی راحت ملتی ہے۔ نہیں بالکل نہیں۔ کیبن میں جاتا ہوں کہ جلتے بھاڑ میں جو گرمی میں تڑپتا اچھوٹی سی سیٹھ پر کروٹیں بدلتا ہوا پڑا رہتا ہوں۔

میں نے کہا جب یہ حالت ہے تو آپ تھوڑی دیر باہر ہی کیوں نہیں ٹھہرتے۔ کیبن کی بہ نسبت تو یہاں زیادہ آرام ہے۔ جب نیند آتی چلے جاتے۔

کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں لیکن میں اپنے نفس واحد کا آرام نہیں چاہتا میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیوی کے ساتھ رہ کر اُن کو یہ بتا دوں کہ اس گرمی میں تم ہی نہیں جُھک رہی ہو بلکہ میں بھی برابر تمہارا ساتھ دیرہا ہوں ورنہ بیوی کو ضرور یہ شکایت ہو گی کہ تم تو باہر آرام سے کھلی فضا میں رہتے ہو ہم یہاں گرمی میں بھڑکتے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے کہ میں بھی اُنہیں کے ساتھ بھڑکتا رہوں۔

سُبحانَ اللہ کیا شریفانہ خیال ہے۔ بیرسٹر صاحب کا یہ عمل ایک شریف النفس اِنسان کیلئے کس قدر قابلِ تقلید مثال ہے۔

---

*

خوفناک بگل

بحرِ احمر ختم ہونیکے بعد گرمی بھی ختم ہو گئی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنی شروع ہوئیں۔ ابھی ٹھنڈی ہواؤں سے اچھی طرح جی ٹھنڈا بھی نہ ہوا تھا کہ طوفانی کیفیت پیدا ہو گئی ہر موج منہ میں کف بھری ہوئی آ آ کر جہاز کو ٹکرا رہی تھی۔ جہاز ہمارے یقین کی طرح کبھی اُدھر کبھی اِدھر کروٹیں بدلتا چلا جا رہا تھا۔ ہر کروٹ میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب پھر نہ اُٹھے گا۔ اِس طوفانی حالت میں ایک مرتبہ کپتان نے بگل بجا دیا۔ شیر آیا شیر آیا دوڑنا کا غل مچ گیا۔ صورِ اسرافیل کا مزہ آ گیا جہاز کے تمام خلاصی کیا چھوٹے کیا بڑے مشین کے تمام کارپرداز کیا ادنیٰ کیا اعلیٰ۔ گلے میں لائف بیلٹ ڈالے بھاگے ہوئے کپتان کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں ہمارا یہ حال تھا کہ ہر شخص اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیہ راجِعُون پڑھ رہا تھا۔ پورا یقین ہو گیا کہ اب کوئی دم کے مہمان ہیں عورتیں سہم گئیں۔ مرد گھبرا گئے۔ ہر شخص دل ہی دل میں خدا کو یاد کر رہا تھا ہم سمندر کی طوفان خیز موجوں میں طغیانی رود موسی سنہ ۲۶ کی جھلک دیکھ رہے تھے۔ ایک مرتبہ جب ڈوبے تھے ایک مرتبہ اب بھی سہی ڈوبنے والے کو کیا سمندر کیا دریا چہ آب سر گزشت چہ یک نیزہ چہ یک دست۔ جب زندہ نکلے تھے اب مردہ ہو کر ہی سہی۔ تقریباً نصف گھنٹے تک یہی سکرات کی کیفیت طاری رہی صرف دم نکلنا باقی تھا۔

کہ تمام ملازم نیچے اترے معلوم ہوا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں، صرف امتحانی بگل تھا۔

یہ سُنکر گئے ہوئے حواس پھر جمع ہوئے، جان میں جان آئی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

کھول کر آنکھ جس طرف دیکھا جا بجا بے شمار مونیں ہیں
موت میں ایکبار مرنا ہے زندگی میں ہزار موتیں ہیں

مُسبّبُ الاسباب

اسی طوفان کے زمانے میں مجھے خونی بواسیر ہو گئی۔ بیوی کو متلی کا عارضہ جہاز میں جاتے ہوئے شروع ہوا تھا اور اتبک قائم تھا، پیچش کا مرض آتے ہوئے جہاز میں لاحق ہوا، روزانہ دس پندرہ اجابتیں ہوتی تھیں۔ فرسٹ کلاس میں ہونے کی وجہ سے بیت الخلا قریب ہی تھا اس پر بھی تنزل اور طوفانی جہاز میں بیمار اور حاملہ کو سہارے کے ساتھ بھی دو قدم چلنا عذاب جان تھا ایک رات تقریباً بارہ بجے ہوں گے کہ وہ بیت الخلا چلیں میں بھی ہاتھ پکڑے ہوئے ڈگمگاتے جہاز کے تختوں پر ان کو سنبھالتا ہوا لے چلا۔ بیت الخلا میں پہنچا کر میں باہر ٹھہر گیا۔ وہ اجابت کے بعد وہاں سے جو نکلیں تو حالت خراب تھی۔ بہزار مشکل سنبھالتا ہوا بستر تک

لاکر آہستہ سے لٹا دیا۔

آدھی رات کا وقت سوتا سنسار جاگتا پروردگار۔ سمندر کا مقام جہاز اپنی پوری اسٹیم کے ساتھ سن سن کرتا ہوا تیزی کے ساتھ چلا جارہا ہے اُس کو کیا خبر کہ اُس کے رہنے والوں پر کیا گذر رہی ہے بیمار نے پتلیاں پھیر دیں، چہرے کا رنگ اڑ گیا ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔

میرے بہ جبر پوچھنے پر صرف اتنا کہا کہ بچہ پیٹ میں کسی طرف پھنس گیا ہے حرکت بند ہو گئی ہے۔ پھر ایک دم خاموش ہو گئیں۔

حسن حسینی نے ایک رات جہاز میں ہماری روح کو سلب کرلیا تھا آج جہاز میں یہ دوسری رات ہے کہ بیوی کے پہلے ہم ہی مر رہے ہیں حیران تھا کہ کیا کروں کیا نہ کروں، کس کو بلاؤں کس کو پکاروں اس وقت تو خاص کسی قابل قابلہ کا کام ہے بھلا چلتے جہاز میں اور آدھی رات کے وقت دایہ کہاں مل سکتی ہے۔ ایک بیوی تو رود موسیٰ کی نذر ہوئی۔ کیا دوسری کو بھی سمندر کے موجوں کے حوالہ کرنا پڑیگا اِس خیال کیساتھ ہی بے ساختہ جی بھر آیا آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے

خدا کی قدرت دیکھئے پاس کے کمرے میں بیرسٹر صاحب کی بیوی اب تک جاگ رہی تھیں۔ انھوں نے کچھ ہماری بے چینی اور پریشانی کو محسوس کیا۔ اور ساتھ ہی مجھے ہٹا کر خود سلمیٰ کے پاس آگئیں۔ بیرسٹر صاحب بھی گھبرا کر باہر آگئے۔ مجھ سے کیفیت دریافت کی میں نے تمام واقعات بیان کئے۔

بیرسٹر صاحب نے کہا گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے میری بیوی کو اس فن میں مہارت خاص حاصل ہے۔
وہ انشاء اللہ کوئی بہترین تدبیر کرینگی۔
ہوا بھی ایسا ہی نہ معلوم بیرسٹر صاحب کی بیوی نے کیا سحر کر دیا کہ دو ہی منٹ میں بیمار کی حالت سنبھل گئی اور اچھی خاصی طرح بات چیت کرنے لگیں۔ بیرسٹر صاحب کی بیوی پھر بھی بہت دیر تک بیٹھی رہیں اور اطمینان کے بعد پھر اپنے کیبن میں چلی گئیں
دل دوں یا جان یا دُعا دوں انکو ﷺ آتا نہیں عقل میں کہ کیا دوں انکو
ایسی جگہ ایک قابل قابلہ کا وجود کس قدر مستبعد عن العقل تھا مگر خدائے رحیم کی قدرت دیکھیے اگر بغل ہی سے نہیں تو بغلی کمرے ہی سے اس کا انتظام فرما دیا۔
اور وہ بھی کیسی قابلہ جس کی تدبیر کی برکت سے دو ہی منٹ میں دم توڑتا ہوا بیمار بھلا چنگا ہو گیا۔ وقت نکل گیا، زمانہ گذر گیا، قصہ ختم ہو گیا۔ اب اسوقت نہ بیرسٹر صاحب ہیں نہ ان کی اہلیہ محترمہ ہیں مگر اُن کی خوبیوں کا نقش اُن کی انسانی ہمدردیوں کا گہرا اثر، اِن بزرگ ہستیوں کا مجھ سے ادنیٰ ترین اور مبتذل الحال سے بےغرض اور شریفانہ سلوک میرے دل و دماغ پر اب تک اوسیطرح قائم اور مرتسم ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

کیا زیست کا گھمنڈ کہ ہے مستعار عمر ملتی نہیں کسی کو کبھی بار بار عمر

کرلے جو ہوسکے کہ ہے بے اعتبار عمر خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

اے قادر مطلق۔ اے مجیب الدعوات ان میاں بیوی چاند سورج کی جوڑی کو دین و دنیا میں شاد کام و بامراد رکھ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط

محمد حسن کا جو احسان ہے خدائے تعالیٰ کی اک شان ہے
جو امجد پہ ہو روز و شب مہرباں رہے روز و شب اس پہ رب مہرباں

ساحل بمبئی

دو روز تک طوفانی کیفیت رہی کراچی کے راستہ میں تو اس سے زیادہ طوفان کا اندیشہ تھا مگر حیرت ہے کہ وہاں پہنچکر پہلی طوفانی حالت بھی بالکل فرو ہوگئی۔ تنزل سمندر میں سکون ہوگیا۔ ہم اپنے شریف دوستوں کے ساتھ آرام کرسیوں پر آرام سے لیٹے ہوئے اطمینان سے تفریح کرتے مختلف رنگ برنگ کی مچھلیاں دیکھتے دریا کی نئی موجوں سے نیا نیا لطف اُٹھاتے چلے جاتے تھے۔

پاس نفس کی شان ہے ہر مدّ و جزر میں ہر قطرہ قطرہ معرفت حق کی کوٹ ہے
ہر موج ہی بجدّ دا امثال کی مثال دریا بھی اپنی لوٹ پہ خود لوٹ پوٹ ہے

بارھویں روز ۱۴ محرم ۱۳۴۸ھ کو عصر کے وقت جہاز بمبئی کے ساحل پہنچا

ڈاکٹر صاحب نے آکر دوسرے دن سویرے اُترنے کی اجازت دی
رات بھر منزل کے سامنے تھک کر بیٹھنے والے مسافر کی طرح جہاز پر
پڑے رہے۔ صبح سویرے جہاز گودی میں پہنچا۔ سیڑھی لگائی گئی
صابو صدیق کے مسافر خانے کے قلی بھی پلیٹ فارم پر آگئے جن سے
ہماری پہلی ملاقات تھی۔ ہم نے اطمینان کے ساتھ سامان ان کے
حوالے کر دیا۔ مجمع کم ہونے کے بعد ہم بھی جہاز سے اُتر کر سیدھے
وکٹوریہ میں سوار ہو اپنے قدیم مسافر خانہ میں پہنچ گئے۔ مسافر خانہ
اس وقت حاجیوں سے تلے اوپر بھرا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ مولوی
حضرت اللہ صاحب کو جزائے خیر دے، انھوں نے ایک خاص کمرہ
ہمارے لئے خالی کر دیا۔ سامان کمرہ میں رکھ کر فوراً بازار پہنچے۔
چھ مہینے کے فاقہ زدہ ہوٹلوں کے پلاؤ اور مارکٹ کے آم اور میووں پر
ٹوٹ پڑے۔ حاجی سمجھ کر جی کھول کے اچھی طرح آپ ہی اپنی دعوت
کر لی۔ حسن حسینی یا تو چلنے کیلئے مستعجل تھے یا ہوٹلوں کے مزہ دار
پلاؤ کھاتے ہوئے کہتے ہیں" ابھی کچھ دن اور رہ جائیں تو کیا
حرج ہے۔ آخر کب تک رہتے تین دن بمبئی میں قیام کر کے چھٹی محرم کو
ریل میں سوار ہوئے۔ زنانہ گاڑی میں حسن حسینی نے ایک ہندو عورت
کے قریب ہماری اہلیہ کا بستر جما دیا۔ ہم نے گاڑی میں بیوی کو
بٹھا کر اُس ہندو عورت سے کہا کہ تم اِن کے ساتھ ہی رہو تو بڑی
مہربانی ہوگی کیونکہ یہ بیمار ہیں، ظالم منہ بنا کر تیوری چڑھا کر

کہتی کیا ہے:-

"کیا پرمیشران کے ساتھ نہیں ہے؟"

اِس جملہ سے تو ہم پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ ساری صوفیت کا صفایا ہو گیا۔

ابو الاعظم مولانا امجد کو یک جاہل ہندو معمولی عورت کی غیر معمولی تنبیہ نے عرق انفعال میں ڈبو ڈبو دیا۔

دوسرے دن ساتویں محرم کو گاڑی لیٹ ہونے کی وجہ سے رات کے دس بجے حیدرآباد پہنچ گئے۔

غرض جہاں سے چلے تھے وہیں آ گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اللہ اکبر اللہ اکبر

محفل سے جہاں کی تشنہ نکلا
ہم بزم سے دل سے تشنہ نکلا
ہم زمزمہ بن کر افسانہ نکلا
منزل ہی نہیں یہاں پہ نکلا
سمجھا تھا جسے مقام

(رباعیات امجد)

نوٹ :- حج امجد کے اختتام پر جس قطعہ کا وعدہ کیا گیا تھا صفحہ مابعد پر ملاحظہ ہو

مختصر

روشنی کس کی تجلی

کو بینا ہے اپنی بینی

سوزن کا حصہ کس

بجھ و الا مال بینی

محمد

کتب جدید قابل دید

ریاض امجد حصہ اول و دوم

جسمیں کہیں فطری جذبات ہیں کہیں درد انگیز واقعات کہیں حافظ شیراز کے صوفیانہ کلام کی دلکش تخمیس ہے۔ کہیں ہندی دوہوں کی درد بھری تضمین حمد و نعت کا لطف دعا و مناجات کا ذوق حاصل کرنا ہو تو ان حصوں کو ضرور ملاحظہ فرمائیے قیمت فی حصہ اول (عہ) حصہ دوم ۱۲

رباعیات امجد حصہ اول و دوم

رباعیات کیلئے خود جناب امجد کا نام کافی ضمانت ہے اور پنجاب کے مشہور شاعر حضرت گرامی کی مندرجۂ ذیل رباعی کامل شہادت ہے ؎ امجد برباعی ست فرد امجد ؎ کلکِ امجد کلید گنج سرمد ؎ گفتم کہ بود جواب سرمد امروز ؎ روح سرمد گفت امجد امجد
قیمت فی حصہ (۱۲)

خرقۂ امجد سی پیوند

ایمان کی سرد مہری کے وقت اوڑھنے بچھانے کے کام آتا ہے اس کا مطالعہ انسان کو انسان اور مسلمان کو مسلمان بناتا ہے۔ عالم اجسام میں روحانیت کی تصویر ہے۔ مَن کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللہُ لَہٗ کی دلکش تفسیر ہے عبد کی روش معبود کی کشش دل پر عجیب کیفیت طاری کردیتی ہے
بقول جناب ضامن کنتوری اس خرقہ کے تیسوں پیوند جگر پارے ہیں۔
اور بقول ڈاکٹر اقبال حقائق سے معمور ہے۔ قیمت قسم اول (عہ) قسم دوم (عہ)

نذر امجد

اسمیں ہجرت نبوی کے حالات ہیں مکہ اور اہل مکہ کی فراق دیدہ والوں کا ابتدا سوز فراق کی دلخراش تصویر ہے نظر بازانِ حقیقت کے جذبات کی تفسیر ہے۔
بوڑھوں۔ بچوں۔ عورتوں سب کیلئے دلچسپ ہے قیمت (۶)

حج امجد

حج کے دلچسپ حالات زیارت نبوی کے روح افزا کیفیات دلفریب مناظر کے دلکش واقعات، پرلطف قطعات و رباعیات اور پُر تاثیر نظموں کے ساتھ اپنے رنگ کا نیا سفرنامہ ملاحظہ کرنا ہو تو حج امجد کو ملاحظہ فرمائیے۔

جمال امجد

اس کتاب میں حضرت امجد کے حالات (جس کا ایک زمانہ سے ادبی دنیا کو انتظار تھا) خود ان کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔
بیساختہ ہنسا دینے والے بچپن کے کرشمے۔ ماں کی سچی محبت کے افسانے، جوانی کی کہانیاں، زمانے کی نیرنگیاں خانگی زندگی کے سچے اور حیرت خیز حالات، اپنی شریک زندگی کے نادر ملفوظات اس پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بغیر ختم کئے کتاب ہاتھ سے رکھی نہیں جاسکتی قیمت (عہ) زیر طبع ہے۔
خریدار صاحبان ابھی سے آرڈر دیدیں تو مناسب ہوگا

ملنے کا پتہ = عماد پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن